امام ابوحنیفہؒ تابعی ہیں (علامہ معلّمی ، رئیس احمد سلفی اور زبیر علی زئی کو جواب) ☆ امام ابومحمد الحارثی کذاب نہیں ہیں۔ (زبیر علی زئی کے مضمون کا تنقیدی جائزہ)

☆ کیا سماک بن حرب کی روایت عکرمہ کے ساتھ ہی مضطرب ہے؟ (کفایت اللہ سنابلی کو جواب)

ALIJMA
FOUNDATION

ناشر: الاجماع فاؤنڈیشن

کیا الامام الحافظ ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی (م ۳۴۰؁ھ) کذاب اور حدیث گھڑنے والے راوی ہیں؟

(زبیر علی زئی کے مضمون کا جواب)

مولانا نذیر الدین قاسمی

علی زئی صاحب، امام بیہقیؒ (م ۴۵۸؁ھ) سے نقل کرتے ہیں کہ امام ابو عبد اللہ الحاکم (م ۴۰۵؁ھ) (صاحب مستدرک) نے فرمایا کہ:

فَسَمِعْتُ أَبَا أَحْمَدَ الْحَافِظُ يَقُولُ: كَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ يَعْقُوبَ الْأُسْتَاذُ "يَنسج الْحَدِيثَ" قَالَ: وَلَسْتُ أَرْتَابُ فِيمَا ذَكَرَهُ أَبُو أَحْمَدَ مِنْ حَالِهِ فَقَدْ رَأَيْتُ فِي حَدِيثِهِ عَنِ الثِّقَاتِ مِنَ الْأَحَادِيثِ الْمَوْضُوعَةِ مَا يَطُولُ بِذِكْرِهِ الْكِتَابُ وَلَيْسَ يَخْفَى حَالُهُ عَلَى أَهْلِ الصَّنْعَةِ۔

پس میں نے ابو احمد الحافظ (حاکم الکبیر (م ۳۷۸؁ھ)، صاحب الاسماء والکنی) کو فرماتے ہوئے سنا: ''استاد عبد اللہ بن محمد بن یعقوب حدیث بناتا تھا''۔ (حاکم نیشاپوری نے) کہا: ابو احمد نے اس کا جو حال بیان کیا ہے، مجھے اس میں کوئی شک نہیں، کیونکہ میں نے اس کی حدیثوں میں موضوعات (من گھڑت، جھوٹی روایتیں) دیکھی ہیں، جن کے ذکر سے کتاب لمبی ہو جائے گی اور اس کا حال حدیث و رجال کے ماہرین پر مخفی نہیں ہے۔ **(کتاب القراءۃ للامام البیہقی، طبعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان: صفحہ ۱۷۸، حدیث: ۳۸۸)**

الجواب:

زبیر علی زئی صاحب نے اس عبارت میں ۲ علماء کی جرح نقل کی ہے۔ پہلی امام ابو احمد الحاکم الکبیرؒ (م ۳۷۸؁ھ) کی اور دوسری امام ابو عبد اللہ الحاکم (صاحب مستدرک) (م ۴۰۵؁ھ) کی۔

امام ابو احمد الحاکم الکبیرؒ (م ۳۷۸؁ھ) کی جرح کا جواب:

زبیر علی زئی صاحب نے امام ابو احمد الحاکم الکبیرؒ (م ۳۷۸ھ) سے **'ینسج الحدیث'** کے الفاظ نقل کئے ہیں۔ اول تو امام ابو احمد الحاکمؒ سے **'ینسخ الحدیث'** مروی ہے نہ کہ **'ینسج الحدیث'**۔ خود علی زئی نے اقرار کیا ہے کہ ان کے پاس موجود کتاب القراءۃ للبیہقی کے دونوں مخطوطے میں **'ینسخ'** ہے۔ **(مقالات: جلد ۵: صفحہ ۲۳۶)**

اسکین:

236 مقالات⑤

بہت زیادہ سفر کرنے والے تھے، آپ کو (حدیث و رجال کی) بہت اچھی معرفت حاصل تھی۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۱۷ ص ۳۶)

امام ابو زرعہ الرازی الصغیر اور ابو محمد الحارثی کے درمیان کسی قسم کی دشمنی یا مخالفت کا کوئی ثبوت نہیں ملا، لہذا یہ ایک غیر جانبدار سچے (اور جرح و تعدیل سے واقف) انسان کی گواہی ہے۔

۲) ابو عبداللہ الحافظ (حاکم نیشاپوری صاحب المستدرک، متوفی ۴۰۵ھ) نے فرمایا:

" فسمعت أبا أحمد الحافظ يقول : كان عبد الله بن محمد بن يعقوب الأستاذ ينسج الحديث ، قال : و لست أرتاب فيما ذكره أبو أحمد من حاله فقد رأيت في حديثه عن الثقات من الأحاديث الموضوعة ما يطول بذكره الكتاب و ليس يخفي حاله على أهل الصنعة "

پس میں نے ابو احمد الحافظ (حاکم کبیر صاحب الکنی، متوفی ۳۷۸ھ) کو فرماتے ہوئے سنا: استاد عبداللہ بن محمد بن یعقوب حدیثیں بناتا تھا۔

(حاکم نیشاپوری نے) کہا: ابو احمد نے اس کا جو حال بیان کیا ہے مجھے اس میں کوئی شک نہیں، کیونکہ میں نے اس کی حدیثوں میں موضوعات (من گھڑت جھوٹی روایتیں) دیکھی ہیں جن کے ذکر سے کتاب لمبی ہو جائے گی اور اس کا حال حدیث و رجال کے ماہرین پر مخفی نہیں ہے۔ (کتاب القراءت خلف الامام طبع دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان ص ۱۷۸، ح ۳۸۸، طبع ادارہ احیاء السنہ گرجاکھ گوجرانوالہ ص ۱۵۴-۱۵۵ ح ۳۶۷)

حوالۂ مذکورہ میں ابو احمد الحاکم محمد بن محمد بن احمد بن اسحاق رحمہ اللہ نے ابو محمد الحارثی کو کذاب قرار دیا ہے۔

تنبیہ: میرے پاس کتاب القراءۃ خلف الامام للبیہقی کے دو قلمی نسخوں (مخطوطوں) کی مکمل فوٹو سٹیٹ موجود ہے اور دونوں کتابوں میں حوالہ مذکورہ اس طرح لکھا ہوا ہے کہ " كان عبد الله بن محمد بن يعقوب الأستاذ ينسخ الحديث "

(مخطوط قدیم ص ۶۹ ب، مخطوط جدیدہ راشدیہ سندھیہ ص ۵۱)

تحقیقی، اصلاحی اور علمی

مقالات

www.KitaboSunnat.com

تالیف
حافظ زبیر علی زئی

الکتاب انٹرنیشنل
جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵-۱۱۰۰

بلکہ جس مطبوعہ نسخہ کا زبیر علی زئی صاحب نے حوالہ دیا ہے (یعنی **نسخہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان**) اس کے محقق نے بھی حاشیہ میں واضح کیا ہے کہ اصل مخطوطہ میں **'ینسخ الحدیث'** ہے نہ کہ **'ینسج الحدیث'**۔

اسکین:

للحافظ أبي بكر أحمد بن الحسين بن علي البيهقي
صاحب السنن الكبرى
(٣٨٤ هـ - ٤٥٨ هـ)

خرج أحاديثه ، واعتنى بتصحيحه
خادم السنة المطهرة
أبو هاجر
محمد السعيد بن بسيوني زغلول

صاحب
موسوعة أطراف الأحاديث النبوية

دار الكتب العلمية
بيروت - لبنان

٣٨٧ ـ أخبرنا أبو الحسن علي بن أحمد بن عمر المقري ابن الحمامي رحمه الله ببغداد ثنا أحمد بن سلمان الفقيه أنبأ أبو الأحوص محمد بن الهيثم قراءة عليه نا أبو توبة الربيع بن نافع عن عبيد الله بن عمرو عن أيوب عن أبي قلابة عن أنس بن مالك أن النبي ﷺ لما قضى صلاته أقبل عليهم بوجهه فقال : « أتقرون في صلاتكم والإمام يقرأ فسكتوا ، فقال لهم ثلاث مرات قال قائل أو قائلون إنا لنفعل ، قال : فلا تفعلوا . ليقرأ أحدكم بفاتحة الكتاب في نفسه »[1] . كل من نظر في هذه الروايات عن عبيد الله بن عمرو ثم في سائر الروايات عن أيوب عن أبي قلابة عن النبي ﷺ مرسلاً ثم في سائر الروايات عن خالد الحذاء عن أبي قلابة عن محمد بن أبي عائشة عن رجل من أصحاب النبي ﷺ بمثل هذه القصة وفي روايتهم أمر النبي ﷺ بقراءة فاتحة الكتاب علم أن رواية رجاء بخلاف هذه الروايات موضوعة وضعها بعض المجهولين من رواتها والله يعصمنا عن الكذب والتزوير بفضله وجوده .

٣٨٨ ـ أخبرنا أبو عبد الله الحافظ قال : وقد رووا هذا الخبر بإسناد موضوع لشعبة عن قتادة عن أنس عن رسول الله ﷺ حدثني أخونا أبو نصر البخاري بنيسابور نا عبد الله بن محمد بن يعقوب نا الحسن بن سهل البصري ببلخ ثنا قطن بن صالح نا شعبة عن قتادة عن أنس قال : قال رسول الله ﷺ : « من كان له إمام فقراءة الإمام له قراءة » .

قال لنا أبو عبد الله فسمعت أبا أحمد الحافظ يقول : كان عبد الله بن محمد بن يعقوب الأستاذ ينسج[2] الحديث قال : ولست أرتاب فيما ذكره أبو أحمد من حاله فقد رأيت في حديثه عن الثقات من الأحاديث الموضوعة ما يطول بذكره الكتاب وليس يخفي حاله على أهل الصنعة ، قال : وأرى جماعة من المتروكين يلتجئون في هذه المناكير والموضوعات إلى الحسن بن سهل

(١) سبق برقمي ١٧٥ ، ٣٨٥ .
(٢) في هامش الأصل نسخ .

١٧٨

اسی طرح کتاب القراءۃ کا ایک اور نسخہ ہے، جس کی تحقیق ڈاکٹر ابو بسطام محمد بن مصطفیٰ نے کی ہے۔ اس میں موصوف نے صفحہ: ۵۱۱ پر **'ینسخ الحدیث'** ہی نقل کیا ہے۔ **اسکین ملاحظہ فرمائے**

[٣٧٧] ـ أخبرنا أبو عبد الله الحافظ، /قال: وقد [رووا][1] هذا الخبر بإسناد موضوع لشعبة، عن قتادة، عن أنس عن رسول الله ﷺ حدثني [أخونا][2] أبو نصر البخاري بنيسابور[3]، نا عبد الله بن محمد بن يعقوب، نا الحسن بن سهل البصري ببلخ[4]، ثنا قطن بن صالح، نا شعبة، عن قتادة، عن أنس قال: قال رسول الله ﷺ: «من كان له إمام فقراءة الإمام له قراءة»[5].

قال لنا أبو عبد الله: فسمعت أبا أحمد الحافظ يقول: «كان عبد الله بن محمد بن يعقوب الأستاذ ينسخ الحديث». قال: «ولست أرتاب فيما ذكره أبو أحمد من حاله، فقد رأيت في حديثه عن الثقات من الأحاديث الموضوعة ما يطول بذكره الكتاب وليس يخفى حاله على أهل الصنعة»، قال: «وأرى جماعة من المتروكين يلتجأون في هذه المناكير والموضوعات إلى الحسن بن سهل البصري، عن قطن بن صالح الدمشقي ولم يخرج [لنا][6] حديثهما عن الثقات، فكنا نقف

(١) في [ع] «روي».
(٢) ليست في [ع].
(٣) نيسابور بفتح أوله، وهي مدينة عظيمة ذات فضائل جسيمة، معدن الفضلاء ومنبع العلماء. «معجم البلدان» (٥/ ٣٣١).
(٤) بلخ مدينة مشهورة بخراسان. «معجم البلدان» (١/ ٤٧٩).
(٥) رواه ابن عساكر في «تاريخ دمشق» (٤٩/ ٣٤١) عن عبد الله بن محمد بن يعقوب، نا الحسن بن سهل البصري، ثنا قطن بن صالح، نا شعبة، عن قتادة، عن أنس.
(٦) في [ع] «الهماء».

٥١١

لہذا جب **'ینسج الحدیث'** لفظ ہی ثابت نہیں ہے، تو علی زئی صاحب کا اسی کو صحیح قرار دینا مردود ہے۔

نوٹ: علی زئی صاحب کہتے ہیں کہ مکتبہ شاملہ کے نسخہ میں (ینسج کے بجائے) 'یثبج الحدیث' ہے، اور 'یثبج الحدیث' کے بارے میں زبیر علی زئی نے ایک اصول ذکر کیا ہے، کہ 'جس راوی پر جمہور محدثین کی جرح ثابت ہو، تو اس کے بارے میں 'یثبج الحدیث' کا مطلب 'یضع الحدیث' ہوتا ہے اور اگر اس کے بارے جمہور کی توثیق ثابت ہو، تو اس سے 'یضطرب فی حدیثہ' مراد ہوتا ہے۔ **(ص:۲۳۷)**

الجواب:

اول: تو **'یثبج الحدیث'** کے بارے میں یہ اصول بے دلیل ہونے کی وجہ سے باطل ہے۔

دوم: صرف مکتبہ شاملہ کی عبارت کی اندھی تقلید اور اصل کتاب کی طرف رجوع نا کر کے علی زئی صاحب نے ناقص تحقیق کا ثبوت دیا ہے۔ کیونکہ جس نسخہ کو سامنے رکھ کر مکتبہ شاملہ میں کتاب القراءۃ للبیہقی کو ٹائپ کیا گیا ہے، وہ وہی بیروت کا نسخہ ہے جس کا حوالہ علی زئی صاحب دے رہے ہیں، اور جسکے اصل مخطوطہ میں **'ینسخ الحدیث'** کے الفاظ ہیں، جس کی تفصیل ہم نے اوپر ذکر کر دی ہے۔ معلوم ہوا کہ مکتبہ شاملہ میں ٹائپنگ کی غلطی کی وجہ سے **'ینسخ الحدیث'** کے بجائے **'یثبج الحدیث'** ہو گیا ہے۔

لہذا یہ علی زئی صاحب کی اندھی تقلید کا نتیجہ ہے۔

نیز موصوف پر اس وجہ سے بھی بڑی حیرت ہے کہ جو الفاظ کتاب القراءۃ میں موجود ہی نہیں ہیں (**یثبج الحدیث**) ویسے الفاظ تک کی تشریح کرنے چلے ہیں، اور وہ بھی بے دلیل۔

اہل حدیث حضرات کی ضد اور ہٹ دھرمی کی ایک مثال:

شاید زبیر علی زئی صاحب کو کسی بھی حالت میں ابو محمد الحارثیؒ کو کذاب اور حدیث گھڑنے والا ثابت کرنا تھا، اس لئے انہوں نے 'ینسخ الحدیث' کو غلط اور تصحیف ثابت کرنے کیلئے یہ لکھا کہ 'ممکن ہے کہ یہ تصحیف ہے، جیسا کہ سیاق وسباق سے ظاہر ہے، ورنہ ابو محمد الحارثی کے پاس احادیث کو منسوخ کرنے کا اختیار کہاں سے آگیا تھا؟؟

الجواب:

اگر علی زئی صاحب کو 'ینسخ الحدیث' کا صرف ایک معنی معلوم تھا یا ان کو عبارت کا ترجمہ سمجھ نہیں آرہا تھا تو کسی جاننے والے سے پوچھ لیتے۔ الغرض کہنا یہ ہے کہ 'ینسخ الحدیث' کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ حدیث نقل کرنا۔ حوالہ کیلئے دیکھئے **لسان العرب: جلد ۳: صفحہ ۶۱۔**

غالباً یہی وجہ ہے کہ امام ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے ابو محمد الحارثیؒ کو 'کثیر الحدیث' کہا ہے۔ **(تاریخ الاسلام: جلد ۷ : ۷۳۷)** لہذا علی زئی صاحب کی یہ ہٹ دھرمی بھی مردود ہے۔ یہ ساری تفصیل سے معلوم ہوا کہ امام ابو احمد الحاکم الکبیرؒ نے امام حارثیؒ پر کوئی جرح نہیں کی۔ اور علی زئی صاحب کا ان کو جارحین میں ذکر کرنا باطل ہے۔

امام ابو عبد اللہ الحاکم (صاحب مستدرک) (م ۴۰۵ھ) کی جرح کا جواب:

امام حاکمؒ (م ۴۰۵ھ) کے الفاظ پر غور کریں، آپؒ فرماتے ہیں کہ:

قَالَ: وَلَسْتُ أَرْتَابُ فِيمَا ذَكَرَهُ أَبُو أَحْمَدَ مِنْ حَالِهِ فَقَدْ رَأَيْتُ فِي حَدِيثِهِ عَنِ الثِّقَاتِ مِنَ الْأَحَادِيثِ الْمَوْضُوعَةِ

ابو احمد الحاکمؒ (م ۳۷۸ھ) نے ان کا جو حال بیان کیا (یعنی ابو محمد الحارثی کا کثیر الحدیث ہونا) مجھے اس میں کوئی شک نہیں۔ پھر (بھی) میں نے اس کی حدیثوں میں ثقات سے موضوعات (من گھڑت، جھوٹی روایتیں) دیکھی ہیں۔

اس میں امام حاکمؒ نے اس بات کی بالکل بھی صراحت نہیں کی، کہ امام ابو محمد الحارثیؒ نے وہ حدیثیں گھڑی ہیں، کیونکہ انہوں نے صرف اتنا کہا کہ میں نے ان کی حدیثوں میں موضوع حدیثیں دیکھی ہیں۔

اور رہی بات کہ ان کا موضوع احادیث روایت کرنا، تو اہل حدیث مسلک کے کفایت اللہ سنابلی لکھتے ہیں کہ منکر روایت نقل کرنے سے راوی کی تضعیف ثابت نہیں ہوتی۔ **(مسنون رکعات تراویح: صفحہ ۲۳)** اسی طرح نذیر احمد رحمانی غیر مقلد بھی یہی کہتے ہیں۔ **(انوار المصابیح: صفحہ ۱۳۱)** بلکہ اہل حدیث محقق ارشاد الحق اثری صاحب علامہ لکھنویؒ سے باحتجاج نقل کرتے ہیں کہ ایسے الفاظ (یعنی **روی المناکیر یا یروی المناکیر** وغیرہ) قابل اعتبار جرح ہی نہیں ہے۔ **(توضیح الکلام: صفحہ ۴۵۴)** اس کی وجہ کفایت اللہ صاحب سے سن لیجئے، وہ کہتے ہیں کہ 'مناکیر روایت کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ روایت کرنے والا اس کا ذمہ دار ہے۔ **(انوار البدر: صفحہ ۱۷۲)**

الغرض جب اہل حدیث مسلک میں منکر روایت نقل کرنے سے، یہ لازم نہیں آتا کہ روایت کرنے والا ہی اس کا ذمہ دار ہو، تو موضوع روایت نقل کرنے سے یہ کہاں لازم آئے گا کہ نقل کرنے والا ہی اس کا ذمہ دار ہو۔ یعنی خود اہل حدیثوں کے اصول کی روشنی میں اگر کوئی راوی موضوع حدیث نقل کرے، تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اسی نے اس حدیث کو گڑھا ہو۔

اور یہاں بھی امام حاکمؒ کے قول کا خلاصہ یہ ہے کہ امام محمد الحارثیؒ نے موضوع حدیث نقل کی ہے، لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ انہوں نے خود وہ حدیثیں گھڑی ہوں، جیسا کہ اہل حدیث کے نزدیک کسی راوی کا منکر روایت نقل کرنے سے لازم نہیں آتا کہ روایت کرنے والا ہی اس کا ذمہ دار ہو۔

لہذا خود غیر مقلدین کے اپنے اصول کی روشنی میں ثابت ہوا کہ کسی راوی کا کوئی موضوع حدیث نقل کرنا یہ کوئی جرح نہیں ہے۔ اس کی مزید وضاحت امام ذہبیؒ کی طرف منسوب جرح کے جواب کے تحت آرہی ہے۔

امام ابن جوزیؒ (م ۵۹۷ھ) کی جرح یا علی زئی کی دوغلی پالیسی:

زبیر علی زئی صاحب نے لکھا ہے کہ حافظ ابن جوزیؒ نے اسے اپنی مشہور کتاب '**کتاب الضعفاء والمتروکین**' میں ذکر کیا ہے اور (بغیر سند کے کسی) ابو سعید رواس سے نقل کیا ہے کہ وہ حدیث گھڑنے کے ساتھ متہم تھے۔ ابن جوزیؒ کی اپنی جرح تو ثابت ہو گئی اور ابو سعید الرواس کی جرح باسند متصل ثابت نہیں ہے۔

الجواب:

مسلکی تعصب کی حد ہو گئی، خود زبیر علی زئی صاحب اسی کتاب **مقالات: جلد ۵ صفحہ ۵۵۳** پر اپنے پسند کے ایک راوی 'عمرو بن یحیٰؒ' کے بارے میں لکھتے ہیں کہ حافظ ابن جوزیؒ نے امام یحیٰ بن معین وغیرہ کی طرف منسوب غیر ثابت جرح کی بنیاد پر عمرو بن یحیٰ کو **کتاب الضعفاء والمتروکین** (جلد ۲: صفحہ ۲۳۳، رقم ۲۶۰۱) میں ذکر کیا ہے اور اصل کے کالعدم ہونے کی وجہ سے، یہ جرح بھی کالعدم ہے۔

اسکین :

553　　مقالات ⑤

یہ جرح دو وجہ سے ساقط ہے:

اول: یہ بے سند ہے، ابن خراش سے باسند صحیح ثابت نہیں۔

دوم: ابن خراش رافضی تھا۔

۲: حافظ ابن حبان نے عمرو بن یحییٰ مذکور کو کتاب الثقات میں داخل کیا ہے۔ (۴۸۰/۸)

☆ حافظ ابن الجوزی نے امام یحییٰ بن معین وغیرہ کی طرف غیر ثابت جرح کی بنیاد پر عمرو بن یحییٰ کو کتاب الضعفاء والمتروکین (۲/۲۲۳ ت ۲۶۰۱) میں ذکر کیا اور اصل بنیاد کالعدم ہونے کی وجہ سے یہ جرح بھی کالعدم ہے۔

☆ حافظ ذہبی نے بھی عمرو بن یحییٰ کو ابن معین کی طرف غیر ثابت جرح کی وجہ سے دیوان الضعفاء والمتروکین (۲/۲۱۲ ت ۳۲۲۹) وغیرہ میں ذکر کیا اور اصل بنیاد منہدم ہونے کی وجہ سے یہ جرح بھی منہدم ہے۔

خلاصۃ التحقیق: حافظ ذہبی اور حافظ ابن الجوزی کی جرح مرجوح ہے اور ابن حبان و ابن معین کی توثیق کی وجہ سے عمرو بن یحییٰ صدوق حسن الحدیث راوی ہیں۔

۳) یحییٰ بن عمرو بن سلمہ الہمدانی کے بارے میں امام عجلی نے فرمایا: ''کوفي ثقة''

(التاریخ المشھور بالثقات: ۱۹۹۰)

ان سے شعبہ نے روایت بیان کی۔ (کتاب الجرح والتعدیل ۹/۱۷۶)

اور شعبہ (اپنے نزدیک، عام طور پر) صرف ثقہ سے روایت کرتے تھے۔

(تہذیب التہذیب کا مقدمہ ج ۱ ص ۱۰)

امام یعقوب بن سفیان الفارسی کی کتاب المعرفۃ والتاریخ میں یحییٰ بن عمرو بن سلمہ کے بارے میں لکھا ہوا ہے: ''لا بأس به'' (ج ۳ ص ۱۰۳)

خلاصۃ التحقیق: یحییٰ بن عمرو بن سلمہ ثقہ وصدوق تھے۔

٤) عمرو بن سلمہ بن خرب الہمدانی الکوفی الکندی: ثقة (تقریب التہذیب: ۵۰۲۱)

اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ امام دارمی کی بیان کردہ سند حسن لذاتہ ہے اور حنفیوں کے ایک

غور فرمایئے، زبیر علی زئی نے ابن معینؒ کی جرح غیر ثابت ہونے کی وجہ سے، ابن جوزیؒ کی جرح کو کالعدم کہہ کر رد کر دیا۔ لہذا یہاں بھی ابو محمد الحارثیؒ پر ابو سعید الرواس کی جرح بھی کالعدم ہونے کی وجہ سے، خود علی زئی کے اصول کی روشنی میں ابن جوزیؒ کی جرح بھی کالعدم ہونی تھی۔

لیکن خود اپنا ہی اصول کہ 'اصل کے کالعدم ہونے کی وجہ سے یہ (ابن الجوزیؒ کی) جرح بھی کالعدم ہے' موصوف نے خوشی خوشی بھلا دیا اور ابو محمد الحارثیؒ کے بارے میں کہہ دیا ابن الجوزیؒ کی اپنی جرح ثابت ہو گئی ہے۔

حالانکہ ابن جوزیؒ نے بقول زبیر علی زئی کے 'کسی ابو سعید الرواس' سے بغیر کسی سند کے جرح نقل کی ہے، اور علی زئی صاحب بھی تسلیم کرتے ہیں کہ یہ جرح ابو سعید الرواس سے ثابت نہیں ہے، لیکن پھر بھی موصوف نے ابو محمدؒ کے بارے میں کہہ دیا کہ: 'ابن الجوزیؒ کی اپنی جرح ثابت ہو گئی'۔

اسماء الرجال میں علی زئی کی اسی طرح کی من مانیوں اور دوغلی پالیسیوں کی وجہ، خود فرقہ اہل حدیث کے محقق، کفایت اللہ صاحب ان کے بارے میں کہتے ہیں کہ

'زبیر علی زئی صاحب اپنے اندر بہت ساری خامیاں رکھتے ہیں، مثلاً خود ساختہ اصولوں کو بلا جھجھک محدثین کا اصول بتاتے ہیں، بہت سارے مقامات پر محدثین کی باتیں اور عربی عبارتیں صحیح طرح سے سمجھ ہی نہیں پاتے (جیسا امام ابو احمد الحاکمؒ کا قول) اور کہیں محدثین کے موقف کی غلط ترجمانی کرتے ہیں (مثال کے طور پر امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ کی عبارت) یا بعض محدثین واہل علم کی طرف ایسی باتیں منسوب کرتے ہیں،

جن سے وہ بری ہوتے ہیں اور کسی سے بحث کے دوران مغالطہ بازی کی حد کر دیتے ہیں اور فریق مخالف کے حوالہ سے ایسی باتیں نقل کرتے ہیں یا اس کی طرف ایسی باتیں منسوب کر دیتے ہیں، جو اس کے خواب و خیال میں بھی نہیں ہوتی۔' **(کیا یزید بن معاویہ سنت کو بدلنے والے تھے: تحریر نمبر ۲: صفحہ ۲)**

اسکین :

الحمدللہ ہم حافظ زبیرعلی زئی حفظہ اللہ کا بہت احترام کرتے ہیں اوران کی تحریروں سے بکثرت استفادہ کرتے ہیں اوران کے رسالہ الحدیث کوممتاز رسالوں میں شمار کرتے ہیں اور عموما احادیث پر احکام کے سلسلے میں ہم حافظ موصوف ہی کے فیصلہ کو ترجیح دیتے ہیں(۱)۔

لیکن اس کے ساتھ ساتھ اگر حافظ موصوف کے کسی فیصلہ میں ہمیں دلائل کا وزن بالکل ہی محسوس نہ ہوتو ہم اسے رد کرنے پر خودکو مجبور پاتے ہیں، الحمدللہ زیر بحث روایت کے

(۱) زبیرعلی زئی صاحب پر ہمارا یہ اعتماد اب قطعا باقی نہیں ہے، ہماری اس بات کو منسوخ سمجھا جائے۔ جس طرح محدثین بعض رواۃ کی توثیق کردیتے ہیں اور بعد میں اصل حقائق سے آگاہی کے بعد اسے مجروح قرار دیتے ہیں کچھ اسی طرح کا معاملہ ہمارے ساتھ بھی پیش آیا۔ دراصل ہم نے حسن ظن کی بنیاد پر یہ باور کیا تھا کہ علی زئی صاحب محدثین و ائمہ کے حوالے سے جو کچھ نقل کرتے ہیں ان سب میں پوری امانت اور دیانت داری کا ثبوت دیتے ہوں گے اسی طرح تحقیق حدیث میں جن قواعد واصول کو بنیاد بناتے ہیں وہ بھی محدثین سے ثابت ہوں گے۔

لیکن جب ہماراان سے مناقشہ ہوااور ہم نے ضرورت محسوس کی کہ ان کی پیش کردہ باتوں کو اصل مراجع سے دیکھا جائے تو اس مرحلہ میں یہ او جھل حقیقت منکشف ہوئی کہ زبیرعلی زئی صاحب اپنے اندر بہت ساری کمیاں رکھتے ہیں مثلا خودساختہ اصولوں کو بلا جھجک محدثین کا اصول بتلاتے ہیں، بہت سارے مقامات پر محدثین کی باتیں اور عربی عبارتیں صحیح طرح سے سمجھ ہی نہیں پاتے، اورکہیں محدثین کے موقف کی غلط ترجمانی کرتے ہیں یا بعض محدثین واہل علم کی طرف ایسی باتیں منسوب کرتے ہیں جن سے وہ بری ہوتے ہیں۔ اورکسی سے بحث کے دوران مغالطہ بازی کی حد کردیتے ہیں۔ اور فریق مخالف کے حوالے سے ایسی ایسی باتیں نقل کرتے ہیں یا اس کی طرف ایسی باتیں منسوب کردیتے ہیں جو اس کے خواب وخیال میں بھی نہیں ہوتیں۔

ان تمام کوتاہیوں کے باوجود زبیرعلی زئی صاحب کے اندر ایک اہم خوبی یہ ہے کہ وہ جرح وتعدیل کے اقوال کی بھی چھان بین ضروری سمجھتے ہیں کہ آیا وہ ناقدین سے ثابت ہیں یا نہیں یہ ایک اہم خوبی ہے اور محض اسی امتیاز نے راقم السطور کو ان کی تحریروں کی طرف راغب کیا۔ لیکن افسوس کہ اس بابت بھی آنجناب کی تحقیقات پر اس لحاظ سے سوالیہ نشان لگ جاتا ہے کہ مبادا یہاں بھی موصوف نے وہی طرز عمل اختیار کیا ہوگا جس کی طرف بالا سطور میں اشارہ کیا گیا۔

پھر یہ بھی یاد رکھیں کہ غیر مقلدین، اہل حدیث کے نزدیک ابن الجوزیؒ (**م۵۹۷ھ**) کثیر الوھم ہیں۔ چنانچہ غیر مقلدین کے ذہبی العصر اور امیر المؤمنین فی اسماء الرجال علامہ معلمیؒ (**م۱۳۸۶ھ**) ایک جگہ فرماتے '**لأنه كثير الوهم**' ابن الجوزیؒ کثیر الوھم ہیں۔ (**التنکیل: جلد ۱: صفحہ ۴۳۰**)

نیز اسی صفحہ پر موصوف (معلمیؒ) نے حافظ ذہبیؒ سے ان کا کثیر الغلط ہونا بھی نقل کیا ہے۔ اور علی زئی صاحب کے نزدیک کثیر الغلط راوی کی منفرد روایت معتبر نہیں ہے، اور ابن الجوزیؒ سے پہلے کسی نے ابو سعید الرواسؒ کی یہ جرح نقل نہیں کی۔

لہٰذا خود اہل حدیثوں کے نزدیک ابن الجوزیؒ کے کثیر الوھم ہونے کی وجہ سے ان کی یہ نقل کردہ جرح، انہیں کے اصول میں معتبر نہیں ہے۔

اور کفایت اللہ سنابلی صاحب لکھتے ہیں کہ امام عقیلیؒ اور ابن الجوزیؒ نے انہیں ضعفاء والی کتاب میں ذکر کیا ہے، لیکن ضعفاء والی کتابوں میں کسی راوی کا ذکر ہونا اس بات کو مستلزم نہیں (یعنی لازم نہیں کرتا) کہ وہ راوی ضعفاء والے مؤلفین کے نزدیک ضعیف ہے۔ **(انوار البدر: صفحہ ۱۲۸، ۱۲۹)**

اسکین :

1
نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنا، دلائل، اور شبہات کا ازالہ
اَنْوارُ البَدْر
فی
وَضْعِ الیَدیْنِ علی الصَدْر
از
ابو الفوزان کفایت اللہ السنابلی
ناشر
اسلامک انفارمیشن سینٹر، ممبئی

128

معلوم ہوا کہ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے محض سماک کے سوء حفظ کی وجہ سے ان کی روایت کو ضعیف نہیں کہا ہے بلکہ سماک کی دیگر رواۃ کی مخالفت کی وجہ سے ان کی روایت کو ضعیف کہا ہے۔
نیز یہاں سیء الحفظ سے امام دارقطنی کی مراد سماک کا اخیر میں مختلط ہونا ہے جیسا کہ خود آپ ہی نے کہا:
سماك بن حرب إذا حدث عنه شعبة والثوري وأبو الأحوص فأحاديثهم عنه سليمة، وما كان عن شريك ابن عبدالله وحفص بن جميع ونظرائهم، ففي بعضها نكارة.
سماک بن حرب سے جب شعبہ، سفیان ثوری اور ابوالاحوص روایت کریں تو سماک سے ان کی احادیث (صحیح) وسالم ہیں۔ اور سماک سے جو روایات شریک بن عبداللہ، حفص بن جمیع اور ان جیسے لوگ نقل کریں تو ان میں سے بعض میں نکارت ہے۔[سؤالات السلمي للدارقطني ت الحميد: ص:۱۸۹]۔(۱)
نیز دیکھئے:[المؤتلف والمختلف للدارقطني:۲/۳۵]مزید دیکھیں:[إكمال تهذيب الكمال:۶/۱۱۰]۔
امام دارقطنی رحمہ اللہ کے اس قول سے معلوم ہوا کہ وہ سماک کو علی الاطلاق سیء الحفظ نہیں مانتے ہیں بلکہ خاص سندوں میں ہی انہیں سیء الحفظ مانتے ہیں۔
اس کی مزید تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ بعض دیگر مقامات پر امام دارقطنی نے سماک بن حرب کی حدیث کو صحیح بھی کہا ہے چنانچہ اپنی مشہور کتاب سنن میں ان کی ایک روایت درج کرنے کے بعد فرماتے ہیں:
هذا إسناد حسن صحيح.
یہ سند حسن اور صحیح ہے۔[سنن الدارقطني:۲/۱۷۵]۔
امام عقیلی اور ابن الجوزی نے انہیں ضعفاء والی کتاب میں ذکر کیا ہے لیکن ضعفاء والی کتابوں میں کسی

(۱) امام دارقطنی کے شاگرد "ابو عبدالرحمن السلمی" ثقہ ہیں بلکہ امام حاکم نے کہا:
كثير السماع والطلب متقن فيه.
یہ کثیر السماع اور بہت زیادہ علم حاصل کرنے والے تھے اور ان سب میں یہ متقن تھے۔[سؤالات السجزي للحاكم: ص:۶۵]۔
بعض لوگوں نے بلاوجہ ان پر جرح کردی ہے جس کی کوئی ٹھوس بنیاد نہیں ہے قدرے تفصیل کے لئے دیکھئے [سؤالات السلمي للدارقطني بتحقيق مجدي فتحي السيد، مقدمہ: ص:۳۲ تا ۳۷]۔ نیز دیکھیں [التنكيل بما في تأنيب الكوثري من الأباطيل:۲/۵۹۳]۔

129

راوی کا ذکر ہونا اس بات کو مستلزم نہیں ہے کہ وہ راوی ضعفاء کے مؤلفین کے نزدیک ضعیف ہے، کیونکہ ضعفاء کے مؤلفین ثقہ رواۃ کا تذکرہ بھی ضعفاء میں یہ بتانے کے لئے کردیتے ہیں کہ ان پر جرح ہوئی ہے۔ دیکھئے:[یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ: ص ۶۷۵ تا ۶۷۷] نیز دیکھیں: ص ۱۹۲۔
نیز سماک پر جس نوعیت کی جرح ہوئی ہے اس کی تفصیل پیش کی جاچکی ہے کہ اس پر کی گئی جرح کا تعلق خاص عکرمہ والی سند پر ہے اور یہی اقوال امام عقیلی اور ابن الجوزی نے بھی نقل کئے ہیں۔ لہٰذا ان اقوال میں علی الاطلاق تضعیف کی کوئی بات ہے ہی نہیں۔
تنبیہ بلیغ:-
بعض لوگ "امام ابوالقاسم" کے نام اس کی کتاب (قبول الاخبار ومعرفۃ الرجال: ج ۲ ص ۳۹۰) سے یہ نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے سماک کو ان لوگوں کی فہرست میں ذکر کیا ہے جن پر بدعت اور خواہش پرستی کا الزام ہے۔ عرض ہے:
☆ اولا: اس بات کے لئے جس امام ابوالقاسم کا حوالہ دیا جاتا ہے یہ کوئی اہل سنت کا امام نہیں ہے بلکہ اہل سنت والجماعت سے خارج گمراہ فرقہ معتزلہ کا سردار ہے۔ اور یہ انتہائی بدعقیدہ اور بدفکر شخص ہے۔ تدلیس وتلبیس کی حد ہوگئی کہ ایسے کج عقیدہ وبددماغ اور باطل افکار کے حامل شخص کو امام کا لقب دے کر اہل سنت کے ائمہ کی فہرست میں پیش کیا جاتا ہے اور ظلم علی ظلم یہ کہ اس معتزلی کے حوالہ سے سنی راوی کو بدعتی ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی۔ اسے کہتے ہیں الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔
☆ ثانیا: ابوالقاسم معتزلی کے بارے میں ائمہ اہل سنت نے صراحت کی ہے یہ شخص محدثین سے دشمنی رکھتا ہے اور ان پر زبان درازی کرتا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا:
من كبار المعتزلة وله تصنيف في الطعن على المحدثين
یہ معتزلہ کے اکابرین میں سے ہیں اور اس نے محدثین پر طعن وتشنیع کرنے کے لئے کتاب لکھی ہے[لسان الميزان ت أبي غدة:۴/۴۲۹]۔ اب بھلا کسی سنی راوی کے خلاف بدزبان معتزلی کی بات کون سنے گا؟

تقریباً یہی بات امام اہل حدیث ابو القاسم بنارسی اور حافظ شاہد محمود نے بھی بیان کی ہے۔ **(دفاع بخاری: صفحہ ۱۱۲، ۱۱۳)** الغرض اس لحاظ سے بھی زبیر علی زئی کا اعتراض باطل و مردود ہے۔

امام ذہبیؒ (م ۷۴۸ ؁ھ) کی طرف منسوب جرح کا جواب:

زئی صاحب لکھتے ہیں کہ حافظ ذہبیؒ نے فرمایا' اس نے امام ابو حنیفہ کیلئے (روایت جمع کر کے) ایک مسند لکھی اور اس میں اپنے آپ کو مشقت میں ڈالا، لیکن اس (کتاب) میں ایسی عجیب و غریب چیزیں ہیں، جنہیں امام (ابو حنیفہ) نے اپنی زبان سے (کبھی) نہیں نکالا، یہ ابو محمد (الحارثی کی زبان) پر جاری ہو گئی تھی۔

اس بیان میں حافظ ذہبیؒ نے حارثی کو کذاب قرار دیا ہے۔ **(مقالات: جلد ۵: صفحہ ۲۴۰)**

الجواب:

امام ذہبیؒ کی اس عبارت کا صحیح مطلب یہ ہے کہ ان کے نزدیک امام ابو محمد الحارثی **(م ۳۴۰ھ)** نے اپنی مسند میں انتہائی کمزور اور موضوع حدیث نقل کی ہے، جس کو امام ابو حنیفہؒ نے بیان نہیں کیا۔

یہی وجہ ہے کہ امام ذہبیؒ نے ابو محمدؒ کو 'دیوان الضعفاء' میں ذکر کیا، لیکن بجائے کذاب اور حدیثیں گڑھنے والا کہنے کے، ان کے بارے میں صاف فرمایا کہ '**یأتی بعجائب واھیة**' وہ عجیب اور کمزور روایتیں لاتے تھے۔ **(دیوان الضعفاء: رقم ۲۲۹۷) اسکین ملاحظہ فرمائے**

دیوان الضعفاء والمتروكين

وخلق من المجهولين وثقات فيهم لين

تأليف الإمام الحافظ شمس الدين بن عثمان بن قايماز الذهبي الدمشقي

تغمده الله تعالى برحمته آمين

٦٧٣ هـ ـ ٧٤٨ هـ

حققه وعلق حواشيه

حماد بن محمد الانصاري

المدرس بالجامعة الإسلامية بالمدينة

نسخة عن المخطوطة ونقلها

محمد الديوي

من علماء الأزهر الشريف

طبع

مطبعة النهضة الحديثة

مكة ـ سوق الليل ـ خلف مكتبة ـ مكة المكرمة

١٣٨٧ هـ ـ ١٩٦٧ م

٢٢٨٧ ـ عبد الله بن المغيرة الكوفي نزيل مصر ، قال ابن عدى : عامة حديثه لايتابع عليه .

٢٢٨٨ ـ عبد الله بن محمد بن عجلان عن أبيه : لايحل كتابة حديثه ، قاله ابن حبان .

٢٢٨٩ ـ عبد الله بن محمد بن عبد الملك عن جده ، قال البخاري : فيه نظر .

٢٢٩٠ ـ عبد الله بن محمد العدوي ، شيخ للوليد بن بكير ، كان يضع الحديث ـ ق ـ

٢٢٩١ ـ عبد الله بن محمد بن سنان الروحي عن روح بن القاسم : كذاب .

٢٢٩٢ ـ عبد الله بن محمد بن أبي أسامة عن ابن لهيعة : متهم بالوضع .

٢٢٩٣ ـ عبد الله بن محمد بن سعد بن أبي مريم ، شيخ الطبراني ، قال ابن عدى : يحدث بالأباطيل ، فإما أن يكون مغفلا أو يتعمد .

٢٢٩٤ ـ عبد الله بن محمد البغوى ، ثقة ، ما تكلم فيه أحد بحجة .

٢٢٩٥ ـ عبد الله بن محمد بن القاسم عن يزيد بن هارون : ضعيف .

٢٢٩٦ ـ عبد الله بن محمد الخزاعي عن محمود بن خداش : كذاب .

٢٢٩٧ ـ عبد الله بن محمد بن يعقوب البخارى الفقيه : يأتي بعجائب واهية .

٢٢٩٨ ـ عبد الله بن محمد بن جعفر أبو القاسم القزويني الفقيه الشافعي قاضي الرملة ، قال أبو يونس : وضع أحاديث فافتضح .

٢٢٩١ ـ لقب بالروحي لأنه أكثر الرواية عن روح بن القاسم ، ا هـ الميزان .
٢٢٩٥ ـ قال ابن حبان : يروى المقلوبات لايحتج به ، ا هـ الميزان .

ـ ٢٢٧ ـ

بات بالکل واضح ہو گئی کہ امام ذہبیؒ نے انہیں کمزور اور موضوع حدیثیں نقل کرنے والا بتایا ہے، نہ کہ انہیں کذاب اور حدیثیں گھڑنے والا قرار دیا ہے۔

لیکن افسوس کہ بیچاری عوام کو دھوکہ دیتے ہوئے، زبیر علی زئی صاحب نے لکھ دیا کہ 'اس بیان میں حافظ ذہبیؒ نے حارثی مذکور کو کذاب قرار دیا ہے'، جو کہ باطل اور مردود ہے۔

نیز یہ بھی ذہن میں رکھیں کہ کسی محدث یا کسی راوی کا کسی کمزور یا موضوع حدیثیں نقل کرنا اس راوی یا محدث پر جرح نہیں ہے، مگر یہ کہ کسی دلیل سے ثابت ہو جائے کہ اس نے خود وہ حدیث گھڑی ہو۔

چنانچہ، امام ترمذیؒ **(م ۲۷۹ھ)** مشہور ثقہ، حافظ، اور صاحب السنن ہیں، ان کی کتاب 'سنن الترمذی' صحاح ستہ میں داخل ہے، لیکن غیر مقلدین کے محدث، البانی صاحب کی تحقیق میں ترمذی میں '۱۶' موضوع اور من گھڑت حدیثیں ہیں، دیکھئے: **(سنن ترمذی بتحقیق البانی: حدیث: ۸۰۱، ۱۷۲، ۱۸۵۹، ۲۴۹۴، ۲۵۰۵، ۲۶۴۸، ۲۶۸۱، ۲۷۱۴، ۲۷۶۲، ۲۸۸۸، ۳۵۷۰، ۳۶۸۴، ۳۷۰۹، ۳۹۲۳، ۳۹۲۸، ۳۹۳۹)**

اور زبیر علی زئی کے نزدیک بھی سنن ترمذی میں '۴' حدیثیں موضوع ہیں۔ **(انوار الصحیفہ: ضعیف سنن ترمذی: حدیث نمبر ۱۷۲، ۳۰۵۹، ۳۵۴۹، ۳۷۰۹)**

ثابت ہوا کہ اہل حدیثوں کے نزدیک امام ترمذیؒ نے موضوع حدیثیں اپنی کتاب میں نقل کی ہیں، لیکن موضوع حدیثیں نقل کرنے کے باجود، کوئی ایک غیر مقلد، اہل حدیث بھی امام ترمذیؒ پر جرح نہیں کرتا۔

اسی طرح امام ابن ماجہؒ **(م ۲۷۳ھ)** مشہور حافظ الحدیث، ثقہ، اور صاحب السنن ہیں، ان کی کتاب 'سنن ابن ماجہ' بھی صحاح ستہ میں داخل ہے۔

لیکن البانی صاحب نے ابن ماجہ کی '۴۲' حدیثوں کو موضوع قرار دیا ہے۔ **(سنن ابن ماجہ بتحقیق البانی: حدیث نمبر ۴۹، ۵۵، ۶۵، ۱۴۱، ۲۲۲، ۲۴۸، ۴۲۴، ۷۱۲، ۸۹۶، ۱۲۴۲، ۱۳۱۶، ۱۳۷۳، ۱۳۸۸، ۱۴۳۷، ۱۴۶۱، ۱۴۸۱، ۱۷۴۹،**

۱۷۷۷، ۱۷۸۲، ۱۷۹۷، ۲۱۵۲، ۲۳۰۷، ۲۳۷۳، ۲۵۱۴، ۲۶۱۳، ۲۷۳۶، ۲۷۶۸، ۲۷۷۰، ۲۷۸۰، ۳۱۱۷، ۳۲۲۱، ۳۳۱۸، ۳۳۳۰، ۳۳۵۲، ۳۳۵۸، ۳۵۶۸، ۴۰۵۴، ۴۰۵۷، ۴۰۸۷، ۴۰۹۴، ۴۲۹۷، ۴۳۱۳)

جبکہ زبیر علی زئی نے، ابن ماجہ کی '۲۷' روایت کو موضوع و من گھڑت بتایا ہے۔ **(انوار الصحیفہ: ضعیف ابن ماجہ: حدیث نمبر:** ۴۹، ۵۵، ۶۵، ۱۴۱، ۲۴۸، ۲۶۳، ۴۲۴، ۶۵۷، ۷۵۰، ۱۱۲۹، ۱۲۴۲، ۱۳۱۶، ۱۳۸۸، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۸۵، ۱۷۹۷، ۲۰۳۷، ۲۲۲۵، ۲۳۰۷، ۲۷۶۸، ۲۷۷۰، ۲۷۸۰، ۳۳۵۸، ۳۵۶۸، ۴۰۵۴، ۴۳۱۳)

اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ اہل حدیثوں کے نزدیک ابن ماجہؒ نے اپنی سنن میں کئی موضوع حدیثیں نقل کی ہیں، جس کو رسول اللہ ﷺ نے بیان نہیں کیا ہے۔ لیکن اہل حدیث حضرت ابن ماجہؒ پر موضوع حدیثیں نقل کرنے کی وجہ سے کوئی جرح یا لب کشائی کریں گے ؟

پس، جو جواب اہل حدیث حضرات امام ابن ماجہ (م ۲۷۳ھ) اور امام ترمذی (م ۲۷۹ھ) کے بارے میں دیں گے، وہی جواب ہمارا امام ابو محمد الحارثیؒ (م ۳۴۰ھ) کے بارے میں ہو گا۔ لہذا یہ اعتراض بھی مردود ہے۔

امام سلیمانیؒ، امام ابن العجمیؒ، امام سیوطیؒ، اور محدث محمد طاہر پٹنیؒ وغیرہ کی طرف منسوب جروحات کی حقیقت:

امام ابو الفضل احمد بن علی السلیمانی (م ۴۰۴ھ) کی جرح کی سند ہی نہیں ہے، اور زبیر علی زئی نے بھی اسے بے سند تسلیم کیا ہے، جو کہ خود اہل حدیثوں کے اصول کی روشنی میں بے سند ہونے کی وجہ سے باطل و مردود ہے۔

اسی طرح کی بے سند روایتوں پر اعتماد کرتے ہوئے، امام ابن العجمیؒ (م ۸۴۱ھ) نے ابو محمد الحارثیؒ کو '**الکشف الحثیث عمن رمي بوضع الحدیث**' میں شمار کیا ہے، اور حدیث گھڑنے والا بتایا ہے، جو کہ خود اہل حدیثوں کے اصول کی روشنی میں صحیح نہیں ہے۔

امام ابن العجمیؒ (م ۸۴۱ھ) کے الفاظ یہ ہیں: 'عبد الله بن محمد بن يعقوب الْحَارِثِيّ الْفَقِيه قَالَ بن الْجَوْزِيّ قَالَ أَبُو سعيد الرواس يتهم بِوَضْع الحَدِيث وَقَالَ أَحْمد السُّلَيْمَانِي كَانَ يضع هَذَا

الْإِسْنَاد علی هَذَا الْمَتْنِ وَهَذَا الْمَتْن علی هَذَا الْإِسْنَاد انْتهى وَهَذَا ضرب من الْوَضع'۔ **(الکشف الحثیث: صفحہ ۱۵۹)**

یعنی ابن العجمیؒ کی جرح کی بنیاد ابو سعید الرواسؒ اور احمد سلیمانیؒ کے بے سند اقول پر ہے۔ علی زئی صاحب کہتے ہیں کہ 'بے سند کتابوں کے جتنے بھی حوالے ہوں، تحقیقی میدان میں مردود ہوتے ہیں'۔**(مقالات ۳: ۳۸۲)** بلکہ موصوف بے سند باتوں کو موضوع من گھڑت کہتے ہیں۔**(نور العینین : صفحہ ۳۰۸)** ارشاد الحق اثری صاحب نے بھی بے سند روایتوں کو موضوع قرار دیا ہے۔**(مقالات ارشاد الحق اثری : صفحہ ۴۸)**

اور بقول غیر مقلدین کے ان ہی بے سند موضوع اقوال اور روایات کی بنیاد پر ابن العجمیؒ نے حارثیؒ پر جرح کی ہے، اور غیر مقلدین کے نزدیک اصل جرح پہلے لوگوں کی ہوتی ہے، جبکہ بعد کے لوگ تو صرف ناقل ہی ہوتے ہیں، جیسا کہ غیر مقلد محقق، ابو خرم شہزاد کہتے ہیں۔**(کتاب الضعفاء والمتروکین: صفحہ ۹۱)**

لہذا خود اہل حدیث حضرات کے اصول میں جب پہلے لوگوں کی جرح ہی ثابت نہیں ہے، تو بعد والے لوگوں کی جرح کا کیا اعتبار ہوگا۔ لہذا یہ جرح بھی مقبول نہیں ہے۔

اسی طرح، اہل حدیث محقق کفایت اللہ صاحب مؤمل بن اسماعیلؒ پر ابن حجرؒ کی جرح کا رد کرتے ہوئے، کہتے ہیں کہ: 'عرض ہے کہ غالباً ابن حجرؒ نے ابن معینؒ کی طرف منسوب ایک قول کی بنیاد پر کہی ہے، چنانچہ ابن حجرؒ سے پہلے اس طرح بات امام ابن معینؒ سے اب محرز نے نقل کی ہے، لیکن ابن محرز مجہول ہیں، ان کے ثقہ ہونے کی کوئی دلیل نہیں'۔**(انوار البدر : ۱۷۵)**

الغرض جب اہلحدیث کے نزدیک ابن حجرؒ **(م ۸۵۲ھ)** کی جرح اسلئے قبول نہیں، کیونکہ انکی جرح کی بنیاد ابن معینؒ **(م ۲۳۳ھ)** کے ایک غیر ثابت قول پر ہے، تو پھر اس طرح خود انہیں کے اصول کی روشنی میں ابن العجمیؒ کی جرح جس کی بنیاد غیر ثابت اقوال پر ہے، وہ بھی مقبول نہیں ہوگی۔

اور خود علی زئی نے بھی ابن الجوزیؒ کی جرح کو کالعدم قرار دیا ہے، محض اس وجہ سے کہ ان کے پیش کردہ اقوال بھی کالعدم ہیں۔ لہذا علی زئی کے اصول کی روشنی میں بھی ابن العجمیؒ کی جرح بھی کالعدم ہوگی، ان (یعنی ابن العجمیؒ) کے پیش کردہ اقوال کے کالعدم ہونے کی وجہ سے۔

امام سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) کا بھی حوالہ علی زئی نے پیش کیا ہے، حالانکہ امام سیوطیؒ نے صرف اقوال نقل کئے ہیں، ان کے الفاظ یہ ہیں:

'عبد الله بن محمد بن يعقوب البخاري قال في (الميزان): متّهم بوضع الحديث وقال في (المغني) يأتي بعجائب واهية، وقال الخليلي: حدّثونا عنه بعجائب'۔ (ذیل اللآلی المصنوعۃ: جلد ۱: صفحہ ۳۸۶)

اسکین :

كتاب الطهارة ٣٨٥

٤٥٨ - **الديلمي**(١): أخبرنا أبي أخبرنا أبو بكر المعبّر(٢) أخبرنا علي بن إبراهيم بن عبدالله البلدي حدثنا حسين بن إسحق العجلي حدثنا يوسف بن سعيد بن مسلم حدثنا يحيى بن عنبسة حدثنا حميد الطويل عن أنس رفعه: **(لا تتوضؤوا في الكنيف الذي تبولون فيه فإنّ وضوء المؤمن يوزن مع الحسنات(٣))**(٤).

قال في (الميزان)(٥): هذا من وضع يحيى بن عنبسة.

أخرجه **ابن النجار**(٦) من وجه آخر عن يوسف بن سعيد به.

٤٥٩ - **الديلمي**(٧): أخبرنا أبو بكر عبدالله بن الحسين بن أحمد بن جعفر المزكي المقرئ أخبرنا أبي حدثنا أبو عمرو أحمد بن أُبيّ الفراتي حدثنا عبدالله بن محمد بن يعقوب البخاري حدثنا الحسن بن سهل البصري ببلخ حدثنا عبدالرزاق أخبرنا معمر عن قتادة عن أنس قال: كان رسول الله ﷺ إذا استاك قال: **(اللهمّ اجعل سواكي رضاك عنّي واجعله طهوراً وتمحيصاً وبيّض به وجهي ما(٨) تبيض به أسناني)**(٩).

(١) مسند الفردوس [كما في زهر الفردوس (ج ٤ ص١٥٦)].
(٢) في زهر الفردوس زيادة: (أخبرنا علي بن إبراهيم البزاز).
(٣) في (ع): (مع حسناته)، وأشار في حاشية الأصل إلى أنها كذلك في نسخة.
(٤) رواه ابن عدي في الكامل (٧/ ٢٧٠٩) [ترجمة يحيى بن عنبسة] من طريق يوسف بن سعيد بن مسلم به، ولفظ ابن عدي: (لا يتوضأ أحدكم في موضع استنجائه، فإنّ الوضوء يوضع مع الحسنات في الميزان يوم القيامة).
قال ابن عدي: (حديث منكر).
وذكره ابن عراق في تنزيه الشريعة (٢/ ٧٤) رقم٣١، والألباني في سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة (٢/ ٢٢٣) رقم٨١٨.
(٥) (٤/ ٤٠٠). وقد ساقه الذهبي من رواية ابن عدي، فكان عزو الحديث إليه أولى.
(٦) ذيل تاريخ بغداد (٢/ ٢٢٧-٢٢٨)، وتصحف فيه عنبسة إلى عيينة.
(٧) مسند الفردوس [كما في زهر الفردوس (ج ١/ ٣ ص١٩٩)].
(٨) في زهر الفردوس: (كما).
(٩) ذكره الديلمي في تنزيه الشريعة (٢/ ٧٤) رقم٣٢.

٣٨٦ الزيادات على الموضوعات

عبدالله بن محمد بن يعقوب البخاري(١) قال في (الميزان)(٢): متّهم بوضع الحديث(٣).

وقال في (المغني)(٤): يأتي بعجائب واهية.

وقال الخليلي: حدّثونا عنه بعجائب(٥).

٤٦٠ - **الديلمي**(٦): أخبرنا أبي أخبرنا أبو علي البناء أخبرنا علي بن أحمد الرزاز حدثنا أبو بكر الشافعي حدثنا الحسن بن سعيد الموصلي حدثنا إبراهيم بن حيّان حدثنا حمّاد بن زيد عن أيوب عن الحسن عن أبي هريرة رفعه: **(يا أبا هريرة اغتسل في كلّ جمعة ولو أن تشتري الماء بقوت يومك)**(٧).

إبراهيم بن حيّان قال ابن عدي: أحاديثه موضوعة(٨).

٤٦١ - **ابن عساكر**(٩): قرأتُ بخطّ أبي الحسين الميداني عن عبدالعزيز بن أحمد أخبرنا عبدالوهاب الميداني حدّثني أبو الحسن علي بن محمد بن بلاغ إمام الجامع بدمشق حدثنا أبو بكر محمد بن علي المراغي حدثنا أبو يعلى أحمد بن علي بن المثنى الموصلي حدثنا عبدالأعلى بن حماد النرسي حدثنا حماد بن سلمة عن ثابت

(١) تقدم في الحديث رقم(١٢).
(٢) (٢/ ٤٩٦) رقم٤٥٧١.
(٣) نقله الذهبي عن ابن الجوزي عن أبي سعيد الرواس.
(٤) ديوان الضعفاء والمتروكين ص٢٢٧ رقم٢٢٩٧. وفي المغني (١/ ٥٠٧) رقم٣٣٤٩ نقل قول أبي سعيد الرواس المتقدم.
(٥) الإرشاد (٣/ ٩٧٢) رقم٨٩٩.
(٦) مسند الفردوس [كما في زهر الفردوس (ج ٤ ص٢٧٢)].
(٧) ذكره ابن عراق في تنزيه الشريعة (٢/ ٧٤) رقم٣٣.
(٨) الكامل (١/ ٢٥٣).
(٩) تاريخ دمشق (٤٣/ ٢١١) ترجمة علي بن محمد بن القاسم بن بلاغ المقرئ.

اور امام اہل حدیث ابو القاسم بنارسی صاحب کہتے ہیں کہ ' نقل امر اس بات کو مستلزم نہیں، کہ ناقل کا بھی وہی مذہب ہو'۔ **(دفاع بخاری: صفحہ ۱۴۴)** یعنی اہل حدیثوں کے امام کے نزدیک اگر کوئی محدث کسی بات کو نقل کرے، تو اس نقل کرنے والے محدث کا اس بات سے متفق ہونا ضروری نہیں، جس کو اس نے نقل کیا ہے۔ لہذا علی زئی صاحب کا امام سیوطیؒ کو جارحین میں شمار کرنا خود اپنے امام کے اصول کی روشنی میں مردود ہے۔

پھر امام سیوطیؒ کی جرح کی بنیاد بھی بے سند اقوال پر ہیں ہے۔ بے سند اقوال کے بارے میں، اہل حدیث 'علامہ' رئیس ندوی سلفی کہتے ہیں کہ وہ جھوٹے قرار دینے کے لائق ہیں۔ **(سلفی تحقیقی جائزہ: صفحہ ۷۷)** اسی طرح کی بات علی

زئی، اثری صاحب نے بھی کہی ہے، جیسے کہ حوالے اوپر گذر چکے۔ لہٰذا خود اہل حدیثوں کے اصول کی روشنی میں بے سند جروحات کالعدم ہیں، جس کی وجہ سے امام سیوطیؒ کی جرح بھی کالعدم ہو گی۔

نیز، اہل حدیث حضرات کے نزدیک امام سیوطیؒ **(م ۹۱۱ھ)** کذاب ہیں۔ **(اللمعات: جلد ۲: صفحہ ۸۶، احسن الجدال: صفحہ ۵۸-۵۹)** لہٰذا ان کی جرح کا، ان کے اصول کی روشنی میں کوئی اعتبار نہیں۔

اور علی زئی صاحب نے محدث محمد طاہر پٹنیؒ **(م ۹۸۵ھ)** کا حوالہ دیا کہ انہوں نے بھی ابو محمد الحارثیؒ پر حدیث گھڑنے کی جرح کی ہے، یہ زبیر علی زئی صاحب کی خیانت ہے، کیونکہ علامہ پٹنیؒ نے اس کی وضاحت نہیں کی، جرح ابو محمد الحارثیؒ پر ہے یا کسی اور راوی پر؟

ان کے الفاظ ملاحظہ فرمایئے: **'كَانَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَاكَ قَالَ اللَّهُمَّ اجْعَلْ سِوَاكِي رِضَاكَ عَنِّي وَاجْعَلْهُ طَهُورًا وَتَمْحِيصًا وَبَيِّضْ وَجْهِي مَا تُبَيِّضُ بِهِ أَسْنَانِي» فِيهِ مُتَّهم بِالْوَضْعِ'۔ (تذکرۃ الموضوعات: صفحہ ۳۲) اسکین ملاحظہ فرمائے**

تذكرة الموضوعات

لعالم العلامة والحبر الفهامة السيد التكلان
لأديب الفاضل اللبيب/محمد طاهر بن علي الهندي
الفتني المتوفى سنة ٩٨٦ هـ

وفي ذيلها

قانون الموضوعات والضعفاء

للعلامة المذكور

﴿ أعيد طبعه بالاوفست ﴾

دار إحياء التراث العربي

بيروت – لبنان

—٣٢— (تذكرة الموضوعات للفتني)

والذى بعثنى بالحق يا أنس مامن عبد قالها عند وضوئه لم تقطر من خلل أصابعه قطرة الا خلق الله تعالى ملكا يسبح الله بسبعين لسانا يكون ثواب ذلك التسبيح له الى يوم القيامة » فيه عبادة بن صهيب متهم وقال البخارى والنسائى متروك وفيه احمد بن هاشم أتهمه الدارقطنى وقد نص النووى ببطلان هذا الحديث وانه لاأصل له : وتعقبه شارح المنهاج بأنه روى من طرق مثله عن أنس رواه ابن حبان فى ترجمة عباد بن صهيب وقد قال أبو داود انه صدوق قدرى وقال احمد ما كان صاحب كذب انتهى : قال ابن حجر يشهد المبتدئ فى هذه الصناعة انها موضوعة : ومعنى قول احمد وأبى داود انه كان لايتعمد الكذب بل يقع ذلك منه من غلطه وغفلته ولذلك ترك وكذب والراوى عن عباد ضعيف أيضا وروى مثله بزيادة بعض الأدعية عن الحسن البصرى عن على رفعه : قال ابن حجر حديث غريب وفيه خارجة بن مصعب تركه الجمهور وكذبه ابن معين : قال ابن حبان كان يدلس عن الكذابين رووها عن الثقات « الوضوء مد والغسل صاع وسيأتى أقوام من بعدى يستقلون ذلك أولئك خلاف أهل سنتى والآخذ بسنتى معى فى حظير القدس منتزه أهل الجنة » فيه عنبسة مجروح « لاتتوضئوا في الكنيف الذى تبولون فيه فان وضوء المؤمن يوزن مع حسناته » وضعه يحيى بن عنبسة « كان صلى الله عليه وسلم اذا استاك قال اللهم اجعل سواكى رضاك عنى واجعله طهوراً وتمحيصاً وبيض وجهى ماتبيض به أسنانى » فيه متهم بالوضع « الوضوء من البول مرة ومن الغائط مرتين ومن الجنابة ثلاثاً ثلاثاً » فيه ابن فايد منكر « ان شيطاناً بين السماء والارض يقال له الولهان معه ثمانية أمثال ولد آدم من الجنود وله خليفة يقال له خنزب » الخ قال ابن الجوزى موضوع: وفى اللآلى « المضمضة والاستنشاق ثلاثاً فريضة للجنب » موضوع « من اغتسل من الجنابة حلالا أعطاه الله تعالى مائة قصر من درة بيضاء وكتب الله له بكل قطرة ثواب ألف شهيد » وضعه دينار « لاتغتسلوا بالماء الذى يسخن فى الشمس فانه يعدى من البرص » فيه مجهول وحديثه غير محفوظ وليس فى الماء المشمس شىء يصح مسنداً انما يروى فيه شىء من قول

پس، مجروح کے متعین (یعنی جس پر جرح کی ہے، اس کا تعین) نا ہونے کی وجہ سے جرح مقبول نہیں ہے۔ نیز بقول غیر مقلدین اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ محدث پٹنیؒ کی یہ جرح ابو محمدؒ پر ہے تو بھی جرح غیر مقبول ہے، کیونکہ ان کی جرح غیر ثابت اقوال پر مبنی ہے، جیسا کہ اہل حدیث حضرات کا اصول ہے۔

لہذا خود اہل حدیث حضرات کے اپنے اصول کی روشنی میں امام ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن یعقوب الحارثیؒ **(م ۳۴۰ھ)** پر کذاب اور حدیثیں گھڑنے کی کوئی جرح ثابت نہیں ہے، لہذا انہیں کذاب اور حدیثیں گھڑنے والا قرار دینا باطل و مردود ہے۔

دیگر علماء کی جرح:

حافظ خلیلیؒ کی جرح:

علی زئی صاحب نے حافظ خلیلی **(م ۴۴۶ھ)** سے نقل کیا ہے کہ: '**یعرف له بالاستاذ، له معرفة بهذا الشأن، وهو لين، ضعفوه**' وہ استاد کے لقب سے معروف ہیں، انہیں علم کی معرفت تھی اور وہ کمزور ہیں، انہیں (محدثین نے) ضعیف قرار دیا ہے، وہ ایسے حدیث بیان کرتے تھے، جس میں ان کی مخالفت کی جاتی تھی۔ **(مقالات: جلد ۵ : ص ۲۳۷)**

الجواب:

'لین' کے بارے میں کفایت اللہ صاحب کہتے ہیں کہ یہ بہت ہلکی جرح ہے، جس سے تضعیف لازم نہیں آتی ہے۔ **(مسنون رکعات تراویح: صفحہ ۲۴)** لہذا یہ جرح کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

علی زئی کی دوغلی پالیسی:

خود علی زئی صاحب اپنی کتاب **(مقالات: جلد ۱ : ۴۵۳)** پر اپنے من پسند راوی پر ایک جرح '**قالوا: كان يضع الحديث**' کو مردود قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں '**قالوا**' کا فاعل نامعلوم اور مجہول ہے۔

اسکین :

453 مقالات

جھوٹی، خانہ ساز روایات بیان کرتا تھا۔ (الکامل لابن عدی ج ۷ ص ۲۴۸۲)

دولابی بذاتِ خود قولِ راجح میں ضعیف ہے۔

دیکھئے میزان الاعتدال (۳/ ۴۵۹) ولسان المیزان (۵/ ۴۱، ۹۴۲)

امام ابن عدی نے (دولابی ضعیف کا یہ قول ردّ کرتے ہوئے) کہا: ''وابن حماد متهم فيما يقول ـــ يعني ـــ في نعيم لصلابته في أهل الرأي'' ابن حماد (دولابی) نعیم کے بارے میں جو کچھ کہتا ہے متہم ہے۔ کیونکہ وہ (دولابی) اہل الرائے میں بہت پکا (یعنی اہلِ سنت کا سخت مخالف) تھا۔ (تاریخ دمشق لابن عساکر ۶۴/ ۱۲۵ وسندہ صحیح)

اس قول کے باطل وساقط ہونے کی تیسری دلیل جارح کا مجہول ہونا ہے۔ جس شخص کا اپنا اتا پتا معلوم نہیں اس کی جرح کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے؟

(۱) الدولابي: دولابی نے نعیم پر وضع حدیث کا الزام لگایا ہے۔ (الکامل ص ۲۴۸۳ ج ۷)

یہ الزام دو وجہ سے مردود ہے:

۱: دولابی بذاتِ خود ضعیف ہے۔ کما تقدم

۲: اس کا شیخ ''غیــرہ'' مجہول اور مبہم ہے لہٰذا مجہول ومبہم شیخ سے جرح لے کر اُسے اندھا دھند مؤثر قرار دینا انتہائی غلط بات ہے۔

(۲) الازدي: ازدی نے کہا: قالوا: ''كان يضع الحديث'' إلخ

انھوں نے کہا کہ وہ (نعیم) حدیث گھڑتا تھا۔ الخ (تہذیب التہذیب ۱۰/ ۴۶۲)

یہ قول دو وجہ سے مردود ہے:

۱: قالوا کے فاعلین نامعلوم ومجہول ہیں۔

۲: ازدی بذاتِ خود ضعیف ہے۔

دیکھئے تاریخ بغداد (۲/ ۲۴۴ ت ۷۰۹) اور میزان الاعتدال (ج ۳ ص ۵۲۳)

(۳) ابو احمد الحاکم نے کہا: ''ربما يخالف في بعض حديثه'' بعض اوقات اس کی بعض احادیث میں مخالفت کی جاتی ہے۔ (تہذیب التہذیب ۱۰/ ۴۶۹)

صفحہ: ۴۷۶ پر لکھتے ہیں کہ '**یقال**' کا فاعل نامعلوم ہے اور پھر جرح کو مردود قرار دیا ہے۔

اسی طرح **صفحہ ۴۸۰** پر ایک جرح کا رد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ 'اس جرح میں '**کان یقال**' کا فاعل نامعلوم ہے، لہٰذا یہ جرح بھی ساقط ہے'۔ صفحہ: ۴۲۹ پر '**یقولون أنه كان يغلط ويختلفون في حديثه**' کی جرح میں کہتے ہیں کہ '**یقولون**' کا فاعل نامعلوم ہے۔ الغرض جب زبیر علی زئی کے اپنے من پسند راوی کو ثقہ ثابت کرنا ہوتا ہے، تو اپنے یہ سب اصول پیش کر کے، وہ اپنے راوی کا دفاع اور اس کی جرح کا جواب دے کر اسے ثقہ ثابت کرتے ہیں۔

لیکن جب ان کو کسی راوی کو ضعیف ثابت کرنا ہوتا ہے یا اپنے مسلک کی خلاف آنے والی روایت کے راوی کو کمزور بتانا ہوتا ہے، تو موصوف اپنا یہ اصول بھول کر اس راوی کو ضعیف قرار دیتے ہیں۔ بالکل یہی حرکت انہوں نے ابو محمد الحارثیؒ پر امام خلیلیؒ کی جرح کے سلسلہ میں کی ہے۔

ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ جس طرح انہوں نے '**قالوا**'، '**یقال**' اور '**یقولون**' کے فاعل نامعلوم ہونے کی وجہ سے جرح کو رد کر دیا، بالکل اسی طرح '**ضعفوہ**' کی جرح بھی اس کا فاعل نامعلوم ہونے کی وجہ سے رد کر دینا چاہیے تھا۔

لیکن موصوف نے اپنی دوغلی پالیسی اور احناف سے ان کے تعصب کا ثبوت دیتے ہوئے 'ضعفوہ' کا فاعل محدثین کو بتایا ہے۔ **(مقالات: جلد ۵: ص ۲۳۷) اسکین ملاحظہ فرمائے**

237　　مقالات ⑤

ممکن ہے کہ یہ تصحیف ہو جیسا کہ حوالۂ مذکورہ کے مکمل سیاق سے ظاہر ہے، ورنہ ابو محمد الحارثی کے پاس احادیث کو منسوخ کرنے کا اختیار کہاں سے آ گیا تھا؟!

مکتبہ شاملہ میں کتاب القراءۃ خلف الامام للبیہقی والے نسخے میں "یشبج الحدیث" کے الفاظ ہیں۔ (ج ۱ ص ۳۸۲ ح ۳۲۷)

جس راوی پر جمہور محدثین کی جرح ثابت ہو تو اس کے بارے میں "یشبج الحدیث" کا مطلب "یضع الحدیث" ہوتا ہے اور جس راوی کی توثیق جمہور محدثین سے ثابت ہو تو اس کے بارے میں "یشبج الحدیث" کا مطلب جارح کے نزدیک "یضطرب في أحادیثه" ہوتا ہے اور یہاں یہ جرح جمہور کی توثیق کے خلاف ہونے کی وجہ سے مرجوح اور ناقابلِ قبول ہوتی ہے۔

۳) ابو عبداللہ الحاکم النیسابوری رحمہ اللہ نے (متوفی ۴۰۵ھ) نے ابو محمد الحارثی کو موضوع روایات بیان کرنے والا قرار دیا، جیسا کہ فقرہ نمبر ۲ میں گزر چکا ہے۔

۴) حافظ ابو یعلیٰ خلیل بن عبداللہ بن احمد بن خلیل الخلیلی القزوینی رحمہ اللہ (متوفی ۴۴۶ھ) نے فرمایا: "یعرف بالأستاذ . له معرفة بهذا الشان وهو لین ضعفوه ، یأتي بأحادیث یخالف فیها . حدثنا عنه الملاحمي و أحمد بن محمد بن الحسین البصیر بعجائب ..." وہ استاد (کے لقب) سے معروف ہے، اسے اس علم کی معرفت حاصل تھی اور وہ کمزور ہے، انھوں (محدثین) نے اسے ضعیف قرار دیا ہے، وہ ایسی احادیث بیان کرتا تھا جس میں اس کی مخالفت کی جاتی تھی۔ ملاحمی اور احمد بن محمد بن حسین البصیر نے ہمیں اس سے عجیب روایتیں بیان کیں۔

(الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث ۳/۹۷۲ ت ۸۹۹)

بعض نے خلیلی سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ وہ ابو محمد (البخاری) تدلیس کرتا تھا۔ واللہ اعلم

۵) حافظ خطیب بغدادی (متوفی ۴۶۳ھ) نے ابو محمد الحارثی کے بارے میں فرمایا: "صاحب عجائب و مناکیر و غرائب" عجیب و غریب اور منکر روایتیں بیان

الغرض اس طرح دھوکے اکثر غیر مقلدین علماء بے چاری عوام کو دیتے رہتے ہیں۔

خطیب بغدادیؒ اور دیگر علماء کی جرح:

علی زئی نے خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے حارثی ؒ کو '**صاحب عجائب ومناکیر وغرائب**' اور '**لیس بموضع الحجة**' کہا ہے۔ (**مقالات: جلد ۵: صفحہ ۲۳۷، ۲۳۸**)

الجواب:

کسی راوی کا منکر، غریب، عجیب، وغیرہ روایت کرنا یہ خود غیر مقلدین کے نزدیک نا جرح ہے اور نا ہی اس سے راوی کا ضعیف ہونا لازم آتا ہے، جس کے حوالے امام حاکم (م ۴۰۵ھ) کی طرف منسوب جرح کے جواب میں گزر چکے۔

اور '**لیس بموضع الحجة**' یا '**لیس بحجة**' یا '**لیس بثقة**' یا '**غیر ثقة**' وغیرہ اسی طرح کی جروحات کے بارے میں غیر مقلد ریسرچ ڈاکٹر سہل حسن صاحب کہتے ہیں کہ 'یہ تمام عبارتیں راوی کی جرح کے لئے استعمال ہوتی ہیں اور ان سب کا تعلق، مراتب جرح میں پہلے مرتبہ سے ہے، جو سب سے ہلکا مرتبہ ہے۔ نیز، ایسے راویوں کی روایت کو قابل اعتبار بھی بتایا ہے۔ (**معجم اصطلاحات الحدیث: صفحہ ۲۹۰، ۲۹۱**) اور یہی جواب حافظ سمعانیؒ (م ۵۶۲ھ) اور امام ابن الاثیر جزریؒ (م ۶۳۰ھ) کی جرح '**لم یکن ثقة**' کا بھی ہے۔

اسی طرح امام ابن ناصر الدینؒ (م ۸۴۲ھ) نے صرف امام سمعانیؒ کا قول '**لم یکن ثقة**' نقل کیا ہے، لیکن خود اہل حدیثوں کے اصول 'نقل امر اس بات کو مستلزم نہیں، کہ ناقل کا بھی وہی مذہب ہو'، سے یہ لازم نہیں آتا کہ ابن ناصر الدین کے نزدیک راوی ضعیف ہو۔ پھر ہم نے حافظ سمعانیؒ کا جواب بھی دے دیا ہے۔

لہذا یہ عبارت بھی اہل حدیث حضرات کے نزدیک ان کے اصول کی روشنی میں کچھ کام کی نہیں ہے۔ اور علی زئی امام ابو زرعہ احمد بن الحسین الرازی الصغیرؒ (م ۳۷۵ھ) سے نقل کیا ہے کہ انہوں حارثیؒ کو ضعیف کہا ہے، حالانکہ

'ضعیف' کو امام اہل حدیث ابو القاسم بنارسی صاحب بے ثبوت اور غیر مفسر جرح قرار دیتے ہیں۔ **(دفاع بخاری: صفحہ ۵۰۰)** لہذا خود اہل حدیثوں کے اصول کی روشنی میں حارثیؒ پر کوئی ٹھوس جرح نہیں ہے۔

نوٹ: اگر بقول غیر مقلدین کے حافظ خلیلیؒ حافظ سمعانیؒ، امام ابن الاثیرؒ اور حافظ ابو زرعہ الرازی الصغیرؒ کی جروحات کو تسلیم بھی کرلیا جائے، تو اس سے زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہو گا کہ امام حارثیؒ میں **ضعف اور کمزوری ہے۔** **لیکن اگر ان کا کوئی متابع یا شاہد مل جائے، تو ان پر یہ ضعیف اور کمزوری والی جرح بھی مردود ہو جائے گی۔**

اب امام حارثیؒ (م ۳۴۰؁ھ) کی توثیق ملاحظہ فرمائیے:

(۱) حافظ ابو بکر محمد بن ابی اسحاق البخاریؒ (م ۳۸۴؁ھ) امام حارثیؒ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ: **الشيخ، الإمام، الفقيه۔ (بحر الفوائد المشهور بمعاني الأخبار: ص ۶۰، ۲۸۶)**

امام اور فقیہ کہنا خود زبیر علی زئی کے نزدیک توثیق ہے۔ چنانچہ **نور العینین: صفحہ ۵۵** پر عثمان بن الحکم المصریؒ کو ثقہ ثابت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ 'ابن یونس مؤرخ مصری نے کہا ہے کہ وہ فقیہ اور متدین تھا۔' **اسکین ملاحظہ فرمائے**

نور العینین فی اثبات رفع الیدین 35

دیکھ کر جیئے اور جسے مرنا ہے وہ دلیل دیکھ کر مرے۔

1- پہلا مغالطہ

ڈیروی صاحب لکھتے ہیں:

''عثمان بن الحکم الجذامی ضعیف ہے، ابن حجر فرماتے ہیں: لَهُ أَوْهَامٌ (تقریب) اس کی روایتوں میں غلطیاں ہیں اور علامہ ذہبیؒ میزان ص ۳۲ ج ۳ میں فرماتے ہیں: لَيْسَ بِالْقَوِيِّ کہ یہ راوی قوی نہیں ہے۔''

(نور الصباح، مقدمہ طبع دوم ص ۱۹ بترقیم، نمبر ۱۵)

جواب: یہ سارا بیان غلط ہے۔

① عثمان بن الحکم کو کسی نے بھی ضعیف نہیں کہا۔

② حافظ ابن حجر کی بات آدھی نقل کی گئی ہے، ان کا پورا کلام آگے آ رہا ہے۔ اوہام سے کون پاک ہے؟ اس روایت میں ان کا وہم ثابت کریں تو اور بات ہے ورنہ صرف لہ أوہام کی وجہ سے ایک صدوق راوی کی روایت کو کیوں کر رد کیا جا سکتا ہے؟

③ امام ذہبی نے عثمان مذکور کو لیس بالقوی نہیں کہا بلکہ میزان کے بعض نسخوں میں ہے کہ ابو عمر نے کہا ہے (ج ۳ ص ۳۲) یہ ابو عمر (یہاں) غیر متعین ہے اور اس عبارت کی صحت بھی مشکوک ہے۔ تیسرے یہ کہ القوی نہ ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ قوی بھی نہیں ہے۔ واللہ اعلم!

عثمان بن الحکم الجذامی المصری کو امام احمد بن صالح المصری نے ثقہ قرار دیا ہے (تہذیب التہذیب ۷/۱۰۲) ابن یونس مؤرخ مصری نے کہا کہ وہ فقیہ اور متدین تھا (ایضاً) ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے (کتاب الثقات ۸/۴۵۲) ابن ابی مریم نے کہا: کان من خیار الناس (صحیح ابن خزیمہ ۱/۳۴۵) ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اس سے استدلال کیا۔ (ایضاً) (نیز دیکھیں لسان المیزان ۱/۲۲۷) ابن حجر نے کہا: صدوق له أوهام (التقریب ص ۲۳۳)
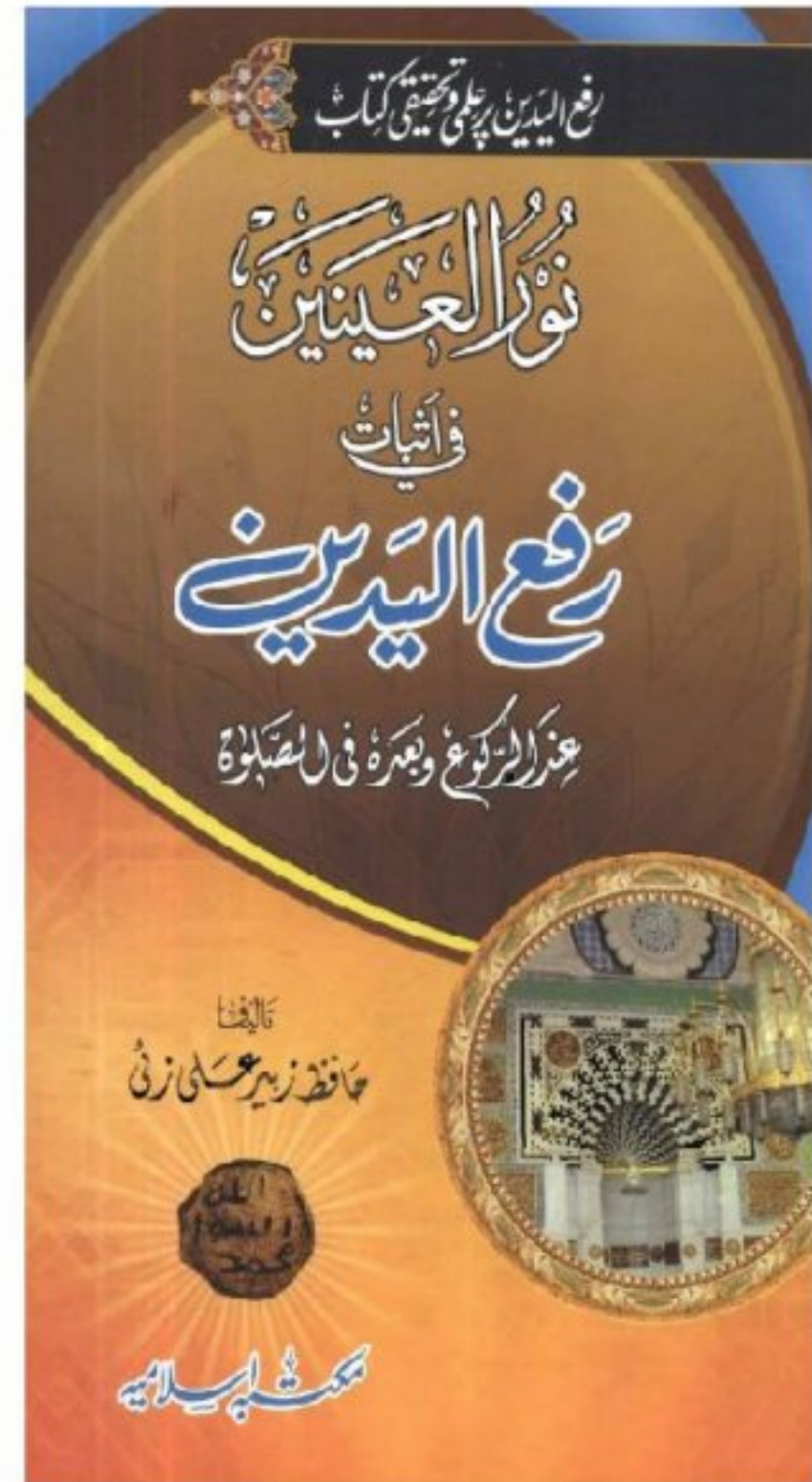
صفحہ: ۹۴ پر '**الامام الحافظ شیخ الاسلام**' کے الفاظ کو توثیق میں ذکر کیا ہے۔

اسی طرح **صفحہ: ۵۵** پر '**وکان إماما حافظا رأسا فی الفقه والحدیث ومجتهدا من أفراد العالم فی الدین والورع والتأله**' کے الفاظ کو توثیق بتایا ہے۔

مقالات: جلد ۵: صفحہ ۵۵۵ پر '**امام فی القرأة، فقیه زاهد**' کے الفاظ کو توثیق میں شمار کیا ہے۔

مقالات: جلد ۶: صفحہ ۱۲۲ پر علی زئی صاحب احمد بن مسلمؒ کی توثیق ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حافظ ابن عبد الھادیؒ نے فرمایا کہ '**الامام الحافظ محدث بغداد**' ۔

مقالات: جلد ۶: صفحہ ۱۳۴ اور **۱۳۵** پر '**الامام العلامة المحدث المسند قاضی الجماعة وکان فقیها عالما**' کے الفاظ کو توثیق میں ذکر کیا ہے۔

مقالات: جلد ۶: صفحہ ۱۴۵ پر '**الامام المحدث المفسر**' کو بھی توثیقی الفاظ میں شمار کیا ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ خود ان کے نزدیک بھی کسی راوی کو امام یا فقیہ کہنا توثیق ہے، مگر موصوف ہمارے راوی کے بارے میں یہ سب باتیں بھول گئے۔

اسی طرح شیخ کہنا بھی غیر مقلدین کے نزدیک راوی کی توثیق ہے۔ چنانچہ، غیر مقلدین کے شیخ الحدیث مولانا سلطان محمود صاحب 'شیخ' تعدیل کے الفاظ میں شمار کرتے ہیں ۔ **(اصطلاحات المحدثین : صفحہ ۱۷)** امام ذہبیؒ (م ۷۴۸ ؁ھ) نے بھی 'شیخ' کو تعدیل کے الفاظ قرار دیا ہے۔ **(میزان الاعتدال: جلد ۱: صفحہ ۴،۳)**

بلکہ اہل حدیث عالم ڈاکٹر سہل حسن صاحب لفظِ تعدیل 'شیخ' کو 'صدوق' اور 'لابأس به' کے درجہ کی تعدیل قرار دیتے ہیں، نیز کہتے ہیں کہ ان کی (یعنی جس راوی کو شیخ کہا جائے، اس کی) احادیث قابل قبول ہے۔ **(معجم الاصطلاحات: صفحہ ۳۲۴)** اور غیر مقلد عالم، اقبال احمد 'بسکوہری' صاحب بھی جس راوی کو شیخ کہا جائے، اس کی روایت کو قابل اعتبار کہتے ہیں۔ **(علوم الحدیث: صفحہ ۲۸۸،۲۸۷)**

معلوم ہوا کہ امام ابو بکر محمد بن ابی اسحاق البخاریؒ کے نزدیک امام ابو محمد الحارثیؒ کی روایت قابل اعتبار اور قابل قبول ہے۔

(۲) امام **محمد بن الفضل أبو بكر، البُخارِي (م ۳۸۱ھ)** نے آپؒ کو '**الشيخ الفقيه الحافظ**' قرار دیا ہے۔ **(بغیۃ الطلب: جلد ۱۰: صفحہ ۴۳۴۹)**

اسکین:

بغية الطلب في تاريخ حلب

صنفه ابن العديم

الصاحب كمال الدين عمر بن أحمد بن أبي جرادة

الجزء العاشر

حققه وقدم له الدكتور سهيل زكار

دار الفكر للطباعة والنشر والتوزيع

وسنذكرها في (٢٣ـظ) حرف الفاء فيمن اسمه فاطمة من النساء ان شاء الله تعالى •

أنبأنا جماعة من شيوخي عن الشيخ الامام علاء الدين الكاساني ، ونقلته من خطه ، قال : أخبرنا الشيخ الإمام الأجل الاستاذ علاء الدين — يعني — محمد بن أبي أحمد السمرقندي قال : حدثني الشيخ الامام أبو علي الحسن بن محمد بن خدام البخاري قال : حدثنا الشيخ القاضي الامام أبو علي الحسين بن الخضر بن محمد النسفي ، جدي رحمه الله ، قال حدثنا الشيخ الإمام الجليل أبو بكر محمد ابن الفضل الكاغدي قال : حدثنا أبو محمد عبد الله بن محمد بن يعقوب الحارثي الشيخ الفقيه الحافظ قال : أخبرنا أبو محمد عبد الرحمن بن اسحق السمناني قال : حدثنا اسماعيل بن توبة القزويني قال : حدثنا امام المسلمين محمد بن الحسن الشيباني رحمة الله عليه قال : حدثنا أبو حنيفة رحمه الله قال : حدثنا علقمه بن مرثد عن ابن بريدة عن أبيه عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه كان إذا بعث جيشا قال : اغزوا بسم الله ، وفي سبيل الله ، قاتلوا من كفر بالله • لاتغلوا ، ولا تغدروا ، ولا تمثلوا ولا تقتلوا وليداً ، وإذا حاصرتم مدينة أو حصنا فادعوهم إلى الاسلام فإن أسلموا فأخبروهم أنهم من المسلمين لهم مالهم وعليهم ماعليهم [1] الحديث •

أخبرني الشريف أبو عبد الله محمد بن عمر بن الحسن بن محمد البخاري الاصل (٢٤ـو) الحلبي المولد والمربى ، والشيخ نظام الدين محمد بن عتيق الديباجي الحنفي قالا : قال الشيخ الامام علاء الدين أبو بكر الكاساني في أول اعتقاده ، وسمعناه منه : لا شيء أرضى عند الله تعالى من هداية العباد الى سبيل الرشاد ، والإبانة لهم عن المرضي من الاعتقاد ، وهو اعتقاد السنة والجماعه إذ به ينال خير الدارين وسعادة المحلين ، فمن تمسك به فقد اتبع الهدى ، ومن حاد عنه فقد ضلّ وغوى ، وذكره إلى آخره (٢٤ـظ) •

١ ـ انظره في كنز العمال : ٤/ ١١٠٠٨ ، ١١٤٣٠ •

— ٤٣٤٩ —

کسی کو فقیہ، شیخ کہنا یہ غیر مقلدین کے نزدیک توثیق ہے، جس کے حوالہ گذر چکے۔

اسی طرح، غیر مقلدین علماء کے نزدیک اگر کسی راوی کو '**حافظ**' کہا جائے، تو یہ ان کے نزدیک اعلیٰ درجہ کی توثیق ہے، بلکہ '**ثقہ**' اور '**حافظ**' دونوں ایک درجہ کی توثیق ہیں بلکہ بعض یہاں تک لکھتے ہیں کہ 'حافظ کا درجہ ثقہ سے زیادہ ہے'۔

ا۔ اہل حدیث محقق کفایت اللہ سنابلی صاحب کے نزدیک 'کسی راوی کو حافظ کہنا، اس کو ثقہ کہنے سے زیادہ بہتر ہے' ۔ چنانچہ ابو عبید الآجری ؒ کو،

ب۔ امام ذہبیؒ نے حافظ کہا ہے، تو ان کو ثقہ ثابت کرتے ہوئے سنابلی صاحب لکھتے ہیں کہ امام ذہبیؒ نے 'حافظ' کا درجہ ثقہ سے بھی بڑھ کر بتایا ہے۔ **(انوار البدر: ٦٨) اسکین ملاحظہ فرمائے**

انوار البدر فی وضع الیدین علی الصدر

1

نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنا، دلائل، اور شبہات کا ازالہ

اَنوارُ البَدُر

فی

وَضعِ الیَدیْنِ علی الصَدُر

از

ابو الفوزان کفایت اللہ السنابلی

ناشر

اسلامک انفارمیشن سینٹر، ممبئی

انوار البدر فی وضع الیدین علی الصدر

68

آپ میں کوئی حرج نہیں آپ ثقہ ہیں۔[سوالات الآجری:٥؍الورقۃ :١٨ بحوالہ حاشیہ تھذیب الکمال للمزی:١٢/٩٨]۔(١)

امام أبوحاتم الرازی رحمہ اللہ (المتوفی:٢٧٧) نے کہا:

محله الصدق وفی حدیثه بعض الاضطراب.

آپ سچے ہیں اور آپ کی بعض احادیث میں اضطراب ہے۔[الجرح والتعدیل :٤/١٤١]۔

عرض ہے کہ ابوحاتم نے صرف ان کی بعض احادیث میں اضطراب بتلایا ہے یعنی ان کی اکثر احادیث صحیح وسالم ہے اور اصول حدیث کا بنیادی قانون ہے کہ غالب حالت ہی کا اعتبار ہوتا ہے۔ اس لئے غالب حالت کے اعتبار سے ان کی احادیث صحیح وسالم ہیں۔

امام ابن حبان رحمہ اللہ (المتوفی:٣٥٤) نے آپ کو ثقات میں ذکر کرتے ہوئے کہا:

کان فقیها ورعا.

آپ فقیہ اور پرہیزگار تھے۔[الثقات لابن حبان ت العثمانیۃ:٦/٣٨٠]۔

امام ابن عدی رحمہ اللہ (المتوفی:٣٦٥) نے کہا:

ثبت صدوق.

آپ ثبت اور صدوق ہیں۔[الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی:٤/٢٦٢]۔

(١) امام ذہبی نے ابوعبید الآجری پر جرح سے نفی کی ہے [سیر أعلام النبلاء:١١/٣٧٧] اور اس کے ساتھ ساتھ انہیں حافظ کہا ہے [ایضا:٩/٣٦]۔ یہ قرینہ بتاتا ہے کہ امام ذہبی کے نزدیک یہ ثقہ ہیں۔ بالخصوص جبکہ امام ذہبی نے "حافظ" کا درجہ ثقہ سے بھی بڑھ کر بتلایا ہے [الموقظۃ للذہبی: ص٥٥] نیز تمام اہل فن نے بالاتفاق ان سے حجت پکڑی ہے یہ بھی ان کی ثقاہت کی دلیل ہے۔ بالفرض یہ ثقہ نہیں ہیں تو کم از کم ان کے عادل ہونے میں کلام نہیں کیونکہ بغیر کسی جرح کے امام مزی، امام ذہبی اور حافظ ابن حجر جیسے اہل فن نے انہیں حافظ کہا ہے۔[تھذیب الکمال:١١/٣٦١، سیر أعلام النبلاء: ١١/٣٧٧، تھذیب التھذیب:٣/١٧٠]۔ نیز تمام محدثین واہل علم نے ان سے حجت پکڑی ہے۔

پھر جب یہ عادل ہیں تو انہوں نے امام ابوداؤد سے براہ راست اقوال نقل کئے ہیں اس لئے یہاں ضبط کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ اور رہی نسخہ کی سند تو ان کی یہ کتاب اہل فن کے مابین متداول اور مشہور رہی ہے اور ایسا نسخہ سند کا محتاج نہیں ہوتا، دیکھئے: یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ ص٣٥٣، ٣٥٤۔
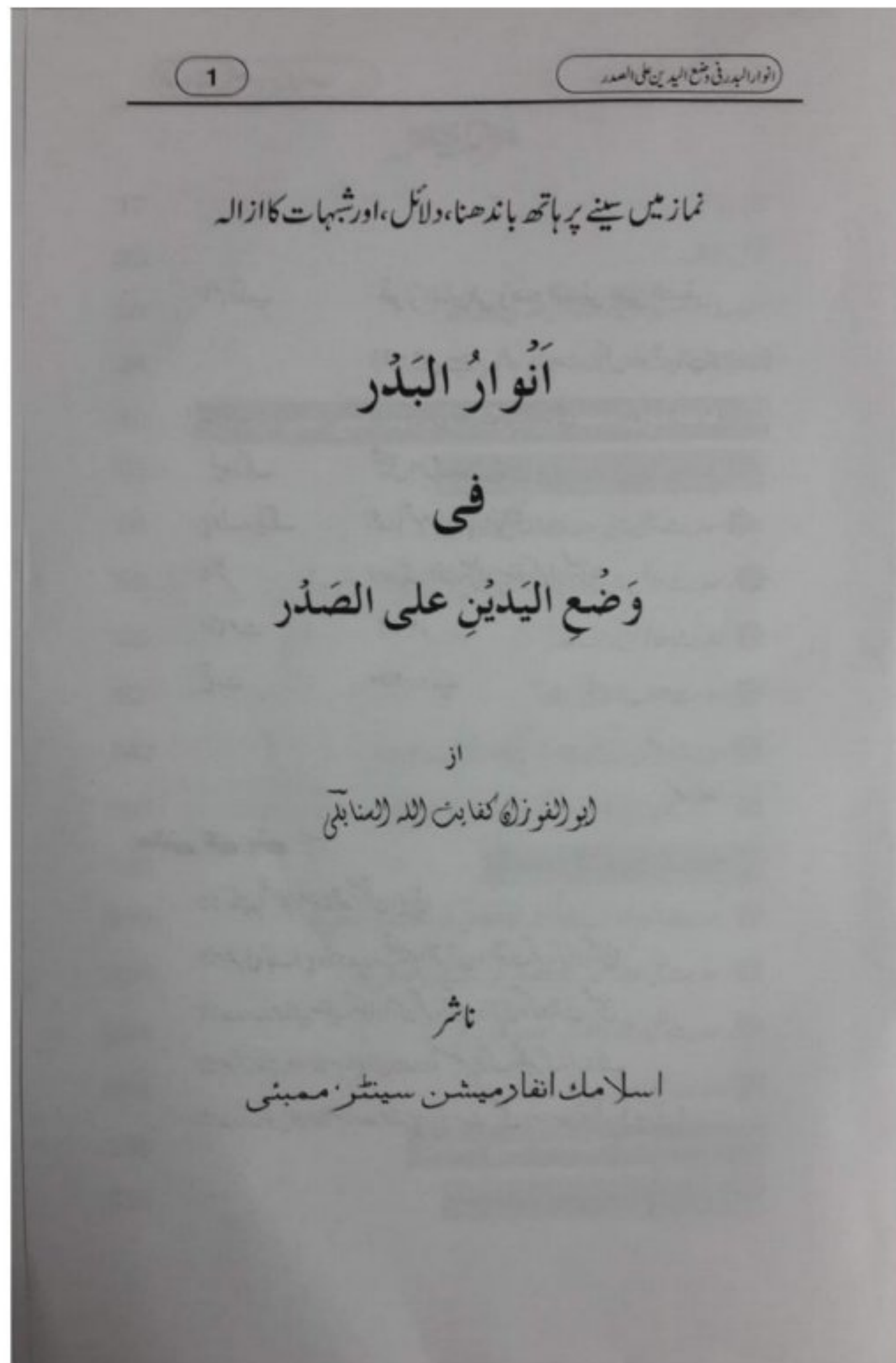
ج۔ غیر مقلد ریسرچ ڈاکٹر سہل حسن صاحب نے ذکر کیا ہے کہ ابن حجرؒ نے 'حافظ' کو اور اسی طرح 'امام' کو 'ثقہ'، 'ثبت'، 'حجۃ' کے درجہ کی تعدیل قرار دیا ہے، جو کہ تعدیل کا تیسرا درجہ ہے۔ خود سہل صاحب لکھتے ہیں کہ ابن حجرؒ کے نزدیک تعدیل کے تیسرے درجہ کے راویوں کی روایت قابل قبول اور قابل حجت ہے۔ (**معجم اصطلاحات الحدیث: ۴۱۴۔۴۱۵**)

د۔ بقول شیخ بدیع الدین شاہ راشدی کے، (**التنقید الشدید: صفحہ ۳۲، تذکرۃ الحفاظ: جلد ۴: صفحہ ۱۴۹**) اہل حدیث محدث وحافظ ابن صلاحؒ (م ۶۴۳ھ) 'حافظ کو ثقہ کے درجہ کی تعدیل قرار دیتے ہیں'۔ (**مقدمہ ابن الصلاح: صفحہ ۱۲۲**)[20]

ھ۔ امام نووی (م ۶۷۶ھ)[21] نے بھی حافظ کو ثقہ کے درجہ کی تعدیل قرار دی ہے۔ (**التقریب للنووی: صفحہ ۵۲**)

و۔ اسی طرح اہل حدیث عالم مولانا اقبال احمد 'بسکوہری' صاحب نے بھی تعدیل کے تیسرے درجہ میں ثقہ، ثبت، کے ساتھ لفظِ 'حافظ' کو بھی شمار کیا ہے۔ اور اخیر میں لکھتے ہیں پہلے تین مراتب کی روایتیں قابل قبول وحجت ہوتی ہیں۔ (**علوم الحدیث مطالعہ وتعارف: صفحہ ۲۸۷**)

الغرض ان تمام حوالوں سے ثابت ہوا کہ 'حافظ' کہنا خود غیر مقلدین اہل حدیث حضرات کے نزدیک ثقہ کہنے کے برابر یا اس سے بڑھ کر ہے۔ معلوم ہوا کہ اہل حدیث حضرات کے اصول کی روشنی میں امام ابن عدیمؒ نے امام حارثیؒ کو امام، فقیہ کے ساتھ ساتھ حافظ کہہ کر ثقہ قرار دیا ہے۔

(۳) امام ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) کے نزدیک بھی امام حارثیؒ ثقہ ہیں:

---

[20] ان کے الفاظ یہ ہیں: **قَالَ ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ: "إِذَا قِيلَ لِلْوَاحِدِ إِنَّهُ "ثِقَةٌ أَوْ مُتْقِنٌ" فَهُوَ مِمَّنْ يُحْتَجُّ بِحَدِيثِهِ". قُلْتُ: وَكَذَا إِذَا قِيلَ "ثَبْتٌ أَوْ حُجَّةٌ"، وَكَذَا إِذَا قِيلَ فِي الْعَدْلِ إِنَّهُ "حَافِظٌ أَوْ ضَابِطٌ"، وَاللَّهُ أَعْلَمُ.**

[21] جن کو غیر مقلد محمد زبیر صادق آبادی اور شیخ بدیع الدین شاہ راشدی نے اہل حدیث قرار دیا ہے۔ (**الحدیث: شمارہ نمبر ۱۱۶: صفحہ ۴۳، ۴۴، التنقید الشدید: صفحہ ۳۲، تذکرہ الحفاظ: جلد ۴ صفحہ: ۱۷۴**)

انہوں نے امام حارثیؒ کو '**تذکرۃ الحفاظ**' میں شمار کیا ہے، دیکھئے **(جلد ۳: صفحہ ۴۹)** یعنی امام ذہبیؒ کے نزدیک امام حارثیؒ حافظ ہیں، یہی وجہ ہے کہ اہل حدیث عالم ارشاد الحق اثری صاحب نے بھی تسلیم کیا ہے کہ حافظ ذہبیؒ نے امام حارثیؒ کو 'حافظ' کہا ہے۔ **(الاعتصام: ۲۰۱۱: شمارہ نمبر ۴۲: اکتوبر۔ نومبر: صفحہ: ۲۱)** اور علماء غیر مقلدین کے حوالے اوپر گذر چکے، جن میں کفایت اللہ صاحب نے خود لکھا ہے کہ حافظ ذہبیؒ کے نزدیک حافظ کا درجہ ثقہ سے زیادہ ہے۔ معلوم ہوا کہ امام ذہبیؒ کے نزدیک امام حارثیؒ ثقہ ہیں۔

پھر امام ذہبیؒ نے حارثیؒ کے بارے میں درجِ ذیل باتیں بیان فرمائی ہیں:

الفقيه، عالم ماوراء النهر ومحدثه، الإمام العلامة، صنّف التصانيف۔ الشَّيْخُ الإِمَامُ الفَقِيْه العلَّامة المُحَدِّث, عَالِمُ مَاوَرَاء النَّهْر۔ كَانَ كبير الشّأن كثير الحديث, إماماًفِي الفقه۔ وكان محدثاًجوّالاً، رأسافي الفقه۔ (تذکرۃ الحفاظ: ج2 : ص135, ج3: ص49، سیر: ج15: ص425، تاریخ الإسلام: ج7: ص737، العبر: ج2: ص60)

ذہن میں رہے کہ **فقیه، محدث، رأسافی الفقه**، اور امام ہونا غیر مقلدین کے نزدیک توثیق ہے، بلکہ امام کہنا ثقہ کہنے کے برابر ہے، جیسا کہ غیر مقلد ریسرچر ڈاکٹر سہل حسن صاحب نے ابن حجرؒ نے نقل کیا ہے، جن کے حوالے اوپر گزر چکے۔

انکے علاوہ ذہبیؒ نے '**عالم ماوراء النهر**' کہا ہے، اور عالم ہونا بھی غیر مقلدین کے نزدیک توثیق ہے۔ **(دین الحق: ۱: ۳۶۹)** یہ بھی ذہن میں رکھیں کہ عالم سے مراد قرآن اور حدیث کی معرفت اور اس کا ماہر ہونا مراد ہے، جیسا کہ امام خلیلیؒ نے حارثیؒ کے بارے میں کہا ہے '**له معرفة بهذا الشأن**' انہیں (قرآن اور حدیث کی) معرفت حاصل تھی۔ **(الارشاد: جلد ۳: صفحہ ۹۷۱)**

یہاں پر زبیر علی زئی صاحب کی ایک اور دوغلی پالیسی ملاحظہ فرمایئے: موصوف نے جب حارثیؒ کے بارے میں امام خلیلیؒ کی یہ عبارت '**له معرفة بهذا الشأن**' نقل کی، چونکہ ان کو حارثی پر جرح کرنی تھی، تو ترجمہ یہ کیا کہ 'اسے اس علم کی معرفت حاصل تھی'۔ **(مقالات: جلد ۵: صفحہ ۲۳۷)** اسکین ملاحظہ فرمائے

237 مقالات ⑤

ممکن ہے کہ یہ تصحیف ہو جیسا کہ حوالۂ مذکورہ کے مکمل سیاق سے ظاہر ہے، ورنہ ابو محمد الحارثی کے پاس احادیث کو منسوخ کرنے کا اختیار کہاں سے آ گیا تھا؟!

مکتبہ شاملہ میں کتاب القراءۃ خلف الامام للبیہقی والے نسخے میں "یشبج الحدیث" کے الفاظ ہیں۔ (ج ۱ص ۳۸۲ ح ۳۲۷)

جس راوی پر جمہور محدثین کی جرح ثابت ہو تو اس کے بارے میں "یشبج الحدیث" کا مطلب "یضع الحدیث" ہوتا ہے اور جس راوی کی توثیق جمہور محدثین سے ثابت ہو تو اس کے بارے میں "یشبج الحدیث" کا مطلب جارح کے نزدیک "یضطرب في أحادیثه" ہوتا ہے اور یہاں یہ جرح جمہور کی توثیق کے خلاف ہونے کی وجہ سے مرجوح اور نا قابلِ قبول ہوتی ہے۔

۳) ابو عبداللہ الحاکم النیسابوری رحمہ اللہ نے (متوفی ۴۰۵ھ) نے ابو محمد الحارثی کو موضوع روایات بیان کرنے والا قرار دیا، جیسا کہ فقرہ نمبر ۲ میں گزر چکا ہے۔

٤) حافظ ابو یعلیٰ خلیل بن عبداللہ بن احمد بن خلیل الخلیلی القزوینی رحمہ اللہ (متوفی ۴۴۶ھ) نے فرمایا: "یعرف بالأستاذ . له معرفة بهذا الشان وهو لین ضعفوه ، یأتي بأحادیث یخالف فیها. حدثنا عنه الملاحمي و أحمد بن محمد بن الحسین البصیر بعجائب ..." وہ استاد (کے لقب) سے معروف ہے، اسے اس علم کی معرفت حاصل تھی اور وہ کمزور ہے، انھوں (محدثین) نے اسے ضعیف قرار دیا ہے، وہ ایسی احادیث بیان کرتا تھا جس میں اس کی مخالفت کی جاتی تھی۔ ملاحمی اور احمد بن محمد بن حسین البصیر نے ہمیں اس سے عجیب روایتیں بیان کیں۔

(الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث ۳/ ۹۷۲ ت ۸۹۹)

بعض نے خلیلی سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ وہ ابو محمد (البخاری) تدلیس کرتا تھا۔ واللہ اعلم

۵) حافظ خطیب بغدادی (متوفی ۴۶۳ھ) نے ابو محمد الحارثی کے بارے میں فرمایا: "صاحب عجائب و مناکیر و غرائب" عجیب و غریب اور منکر روایتیں بیان

لیکن یہی '**معرفة**' والی بات جب انہوں نے حارثیؒ کو ضعیف کہنے والے امام، امام ابو زرعہ الصغیرؒ (م۳۷۵ھ) کے بارے میں نقل کی، '**جیدالمعرفة**' تو ترجمہ کرنا چاہیے تھا کہ آپ کو علم کی اچھی معرفت حاصل تھی۔

لیکن موصوف نے ترجمہ کیا کہ ' آپ کو **(حدیث ور جال)** کی اچھی معرفت حاصل تھی۔ **(مقالات: جلد ۵: صفحہ ۲۳۵، ۲۳۶)** تاکہ وہ عوام کو بتا سکیں کہ امام حارثیؒ پر جرح کرنے والے یہ امام حدیث اور رجال میں معرفت والے اور اس کے ماہر ہیں، پر موصوف نے یہی بات چاہتے تو حارثی کے بارے میں نقل کر سکتے تھے، لیکن چونکہ ان کو حارثیؒ کو ضعیف ثابت کرنا تھا، تو انہوں نے علم کہنے پر ہی اکتفاء کیا۔ اللہ ایسے تعصب سے بچائے۔ آمین۔

مقالات: جلد ۵: صفحہ ۲۳۵، ۲۳۶ کا اسکین ملاحظہ فرمائے

الغرض امام ذہبیؒ نے امام حارثیؒ کو کثیر الحدیث، کتاب وسنت کی معرفت والا، اور **کبیر الشأن** قرار دیا ہے۔ نیز یہ بھی ذکر کیا ہے کہ انہوں نے کتاب لکھی ہے۔

اور خود زبیر علی زئی نے محمد بن عثمان بن ابی شیبہؒ کی توثیق ثابت کرتے ہوئے، خطیب البغدادیؒ کا قول نقل کیا ہے کہ '**وکان کثیر الحدیث واسع الروایة ذا معرفة وفهم، وله تاریخ کبیر**' وہ کثیر الحدیث وسیع روایت بیان کرنے والے تھے، معرفت اور فہم رکھتے تھے، اور آپ نے تاریخ کبیر لکھی ہے، اور موصوف نے اس قول سے محمد بن عثمان بن ابی شیبہ کی توثیق ثابت کی ہے۔ **(مقالات: جلد ۱: صفحہ ۴۸۱)**

دیکھئے، جب علی زئی صاحب کے نزدیک راوی کثیر الحدیث ہونا، معرفت اور فہم والا ہونا اور اس کا کتاب لکھنا توثیق ہے۔

تو پھر امام ابو محمد الحارثیؒ کے بارے میں بھی قریب قریب یہی الفاظ امام ذہبیؒ نے بھی کہے ہیں، لیکن موصوف نے یہاں بھی اپنی بات کو خوشی خوشی بھلا دیا اور عوام کو دھوکہ دے کر ذہبیؒ کو جرح کرنے والوں میں شمار کیا ہے۔ اور جس قول کی وجہ سے موصوف نے انہیں جارحین میں شمار کیا ہے، اس سے ان کی تضعیف قطعاً ثابت نہیں ہوتی، جس کی تفصیل ہم بیان کر آئے ہیں۔

الغرض ثابت ہوا کہ خود ان کے اصول کی روشنی میں امام ذہبیؒ کے نزدیک حارثیؒ ثقہ ہے۔

(۴) امام صلاح الدین الصفدیؒ (م ۷۶۴ھ) نے بھی حارثیؒ کے بارے میں کہا ہے کہ:

عبد الله بن مُحَمَّد بن يَعْقُوب بن الْحَارِث بن خَلِيل أَبُو مُحَمَّد الكلاباذي البُخَارِيّ الْفَقِيه شيخ الْفَقِيه الْحَنَفِيَّة بِمَاوَرَاء النَّهر يعرف بِعَبْد الله الأُسْتَاذ كَانَ كَبِير الشَّأْن كثير الحَدِيث إِمَامًا فِي الْفِقْه۔ (الوافي بالوفيات: ج17: ص261)

(۵) امام ابن العمادؒ (م ۱۰۸۹ھ) فرماتے ہیں کہ:

العلّامة، أبو محمد، عبد الله بن محمد بن يعقوب بن الحارث البخاري الفقيه، شيخ الحنفية بماوراء النهر، ويعرف بعبد الله الأستاذ، وكان محدّثا، جوّالا، رأسا في الفقه۔ (شذرات الذهب: ج4: ص219)

اور تفصیل گزر چکی کہ یہ سب الفاظ، غیر مقلدین کے نزدیک راوی کی توثیق کرتے ہیں۔

(۶) امام الحافظ ابن مندہؒ (م ۳۹۵ھ) **'وكان حسن الرأي فيه'** امام حارثیؒ کے بارے میں اچھی رائے رکھتے تھے۔ **(تاریخ الاسلام: جلد ۷: صفحہ ۷۳۷)**

اس کی تائید اس قول سے بھی ہوتی ہے، جس میں امام ابن مندہؒ نے امام حارثیؒ کو **'الامام الحافظ الفقیہ'** کہا ہے۔ **(مسند امام اعظم للحارثی: جلد ا صفحہ ۱۲۰، ۱۱۲)** اور ان الفاظ سے غیر مقلدین کے نزدیک راوی کی توثیق اور اس کا ثقہ ہونا ثابت ہوتا ہے، جیسا کہ تفصیل گزر چکی۔

اسکین:

مُسْنَدُ الإِمَامِ الأَعْظَمِ
أَبِي حَنِيفَةَ النُّعْمَانِ بْنِ ثَابِتٍ الكُوفِي رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى

تأليف
الإمام الحافظ الفقيه العلامة المحدث الشيخ أبي محمد عبد الله بن محمد بن يعقوب بن الحارث بن خليل الحارثي البخاري رحمه الله

علق عليه وخرج أحاديثه

الجزء الأول

المكتبة الإمدادية

الصفحة الأولى من نسخة مكتبة جور ليلي (س)

- ١١٢ -

مسند الإمام الأعظم — للحافظ أبي محمد الحارثي

إسحاق بن محمد بن يحيى بن منده الحافظ (١٢) قال : أخبرنا الإمام الحافظ أبو محمد عبدالله بن محمد بن يعقوب بن الحارث البخاري (١٣) المصنف .

وقول يحيى : ... يدل على أنه ثقة فيما حدث به وأقرأ ، توفي سنة ستين وأربع مائة ، « شذرات الذهب » ٣/٣٠٨ « التقييد » ١٥٧ .

(١٢) هو محمد بن إسحاق بن محمد بن يحيى بن منده العبدي الأصبهاني أبو عبدالله الإمام الحافظ الجوال صاحب التصانيف ، طوف الدنيا ، وجمع وكتب ما لا ينحصر ، وسمع من ألف وسبعمائة شيخ ، وأول سماعه ببلده في سنة ثمان عشرة وثلاثمائة ، ومات في سلخ ذي القعدة ، قال ابن ناصر الدين : أبو عبدالله الإمام أحد شيوخ الإسلام ، هو إمام حافظ جبل من الجبال ، ولما رجع من رحلته كانت كتبه أربعين حملاً على الجمال حتى قيل : إن أحداً من الحفاظ لم يسمع ما سمع ولا جمع ما جمع ، انتهى . « شذرات الذهب » ٣/١٤٦ « سير أعلام النبلاء » ١٧/٢٦ .

(١٣) قد سبقت ترجمته في المقدمة .

- ١٢٠ -

(۷) بقول غیر مقلدین کے، امیر **المؤمنین** فی الحدیث، امام حافظ ابن حجر العسقلانی **(م ۸۵۲ھ)** نے ابو محمد عبد اللہ الحارثیؒ کی روایت کے بارے میں فرمایا **'لیس فی الاسناد من ینظر فی حالہ'**

کہ اسکی سند میں کوئی ایسا راوی نہیں ہے، جس کا حال قابلِ نظر ہو، یعنی اس کی سند کے تمام راوی ثقہ اور معتبر ہیں ۔**(موافقۃ الخبر لابن حجر: جلد ۲ : صفحہ ۱۱۱)** ثابت ہوا کہ ابن حجرؒ کے نزدیک امام حارثیؒ ثقہ ہیں۔

اسکین:

كتاب

موافقة الخُبر الخَبر

في

تخريج أحاديث المختصر

للإمام الحافظ علي بن أحمد بن حجر العسقلاني
٧٧٣هـ / ٨٥٠هـ -

الجزء الثاني

حققه وعلق عليه

حمدي عبدالمجيد السلفي　　صبحي السيد جاسم السامرائي

الناشر
مكتبة الرشد
الرياض

أخبرني أبو الطاهر بن أبي اليمن التكريتي رحمه الله، أنا الحافظ أبو الحجاج المزي في كتابه، أنا أحمد بن سنان، أنا المؤيد بن عبدالرحيم في كتابه، أنا سعيد بن أبي رجاء، أنا أبو بكر أحمد بن الفضل، أنا أبو عبدالله بن منده، أنا أبو محمد الحارثي عبدالله بن محمد بن يعقوب، نا أحمد بن محمد بن سعيد، نا الحسن بن حماد بن حكيم، أنا أبي، ثنا خلف بن ياسين، ثنا أبو حنيفة عن حماد ـ هو ابن أبي سليمان ـ، عن إبراهيم، عن الأسود، قال: قال عمر رضي الله عنه: لا ندع كتاب ربنا وسنة نبينا لقول امرأة لا ندري أصدقت أم كذبت.

قال ابن عبدالهادي في التنقيح، وتبعه السبكي: هذا إسناد مظلم، وأحمد بن محمد بن سعيد هو أبو العباس بن عقدة، وكان مجمع الغرائب والمناكير.

قلت: ليس في الإسناد من ينظر في حاله إلا خلف بن ياسين، فقد ذكره ابن عدي في الضعفاء، واستنكر له حديثا.

وأما أبو العباس بن عقدة فكان من كبار الحفاظ، حتى قال الدارقطني: أجمع أهل الكوفة أنه لم يكن بها من زمن ابن مسعود أحفظ منه، ولم يتهم بالكذب، وإنما كان يعاب بالتشيع، وكثرة رواية المناكير، لكن الذنب فيها لغيره.

ويمكن أن يكون أحد رواته رواه بالمعنى، لأن الحجازيين وطائفة يطلقون الكذب على الخطأ، ولا يكون بين الخبرين تناف ولا في الرواية إنكار، والله أعلم.

آخر المجلس الثاني بعد الثلاث مئة من الأمالي، وهو الثاني والخمسون من التخريج بعد المئة.

-١١١-

اسی طرح حافظؒ نے ایک اور مقام پر امام حارثیؒ کو '**الفقيه، شيخ الحنفية، الحافظ**' قرار دیا ہے۔ (**تبصیر المنتبہ: ج۳: ص۱۲۲۳، لسان المیزان: ج۹: ص۱۵۹**) یہ غیر مقلدین کے نزدیک الفاظِ توثیق ہیں، بلکہ 'حافظ' تو ثقہ کہنے کے برابر ہے، جس کی تفصیل گزر چکی۔

(۸)　علامہ حاجی خلیفہؒ (م ۱۰۶۷ھ) کہتے ہیں: '**كان إمامًا كبيرًا في الفقه والحديث، من أعلام الأئمة بماوراء النَّهر، وكان مكثرًا**'۔ (**سلم الوصول: ج2: ص229**)

(۹)　نیز حافظ عبد القادر قریشیؒ (۷۷۵ھ) نے بھی امام حارثیؒ کو حافظ فقیہ کہنے کے ساتھ ساتھ ان پر موجود جرح کا بھی جواب دیا ہے۔ (**الجواهر المضية: ج۱: ص۲۴۹، ۳۲۶**)

الغرض معلوم ہوا کہ امام ابن مندہؒ، امام ذہبیؒ، حافظ ابن حجرؒ، ابن عدیمؒ، حافظ ابو بکر محمد بن ابی اسحاق البخاریؒ، ابن العمادؒ، حافظ عبد القادر قرشیؒ وغیرہ ائمہ اور محدثین کے نزدیک امام حارثیؒ ثقہ اور مقبول راوی ہیں۔

اور یاد رہے کہ خود اہل حدیثوں کے اصول کی روشنی میں امام حارثیؒ پر کسی بھی محدث سے صحیح سند سے کذاب اور حدیثیں گھڑنے کی جرح ثابت نہیں ہے، لہذا جمہور کی توثیق ہی راجح ہے، جیسا کہ علی زئی صاحب کا اصول ہے۔

(مقالات: جلد ۶: صفحہ ۱۴۳)